اِسلامی معاشرہ میں
عورت کا مقام
تحریر:
پیر محمد فضلِ حق
ناشر:
تفہیم البخاری پبلیکیشنز، اعظم آباد، فیصل آباد

اسلامی معاشرہ میں

عورت کا مقام

تحریر:

پیر محمد فضل حق

ناشر:
تفہیم البخاری پبلیکیشنز، اعظم آباد، فیصل آباد

کتاب : اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام

مصنّف : پیر محمّد فضل حق رضوی

بار اوّل : گیارہ سو (۱۱۰۰)

مطبع :

ناشر ◎ صاحبزادہ محمّد حبیب الرحمٰن رضوی،
جامعہ معراجیہ رسولیہ رضویہ
اعظم آباد، فیصل آباد

کتابت : حکیم محمود الحسن محلہ اسلام پورہ
منڈی فاروق آباد ضلع شیخوپورہ

قیمت :

تفسیر رضوی

شیخ التفسیر علامہ غلام رسول رضوی

اُردو میں

سورتوں کے اتساق آیات کے موارد
نزول کے اسباب اور واقعات کی مکمل تفصیل

ناشر

صاحبزادہ محمد حبیب الرحمٰن جامعہ سراجیہ رسولیہ رضویہ
اعظم آباد۔ فیصل آباد

فہرست

اِسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام

عورت مظلوموں میں مظلوم تر ہے۔ اسلام نے تمام مظلوموں کی طرح عورت کو حقوق دلانے کے لیے نہ صرف آواز اٹھائی بلکہ عملی اقدامات اٹھائے۔ لیکن ہماری آج کی دُنیا کی باگ ڈور مسلمانوں کی بجائے غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے۔ جو سیاست، اقتصادیات اور علوم پر مکمل طور پر حاوی ہیں۔ ذرائع ابلاغ پر بھی انہی کا تسلط ہے۔ غیر مسلموں کے تمامتر دعووں کے باوجود اِن کے اربابِ علم اسلام کے خلاف بُغض کی حد تک تعصب سے کام لیتے ہیں۔ مصیبت یہ ہے کہ خود ہمارے اپنے پڑھے لکھے لوگ انہی غیر مسلم "اہل علم" کی رائے سے متاثر ہو کر اسلام سے بدگمان اور برگشتہ ہو جاتے ہیں اور خیال کر لیتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو معاشرے میں صحیح مقام نہیں دیا۔

دوسری طرف ہمارے بعض کوتاہ اندیش اور "تنگ نظر" علماء" نے قرآنِ عظیم اور سیرتِ طیبہ سے یکسر انحراف کرتے ہوئے عورت کو مرد کی لونڈی بلکہ اس کے پاؤں کی جوتی قرار دے رکھا ہے۔ یہ طرزِ فکر اور طرزِ عمل اپنی جگہ بے حد افسوسناک ہے اور سوچا جائے تو صرف عورت ہی نہیں بلکہ خود اسلام کے خلاف بہت بڑا ظلم اور بُہتان ہے۔

پیر محمد فضل حق نے یہ کتاب اِن دونوں غلط روشوں کے تدارک کے لیے لکھی ہے جہاں وہ عورت کے حقوق کے سلسلے میں اسلام کے خلاف جھوٹے مغربی پراپیگنڈے کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں وہاں انہیں اِس حقیقت کا بھی گہرا شعور ہے کہ خود مسلمانوں کے اندر عورت کے صحیح مقام کے بارے میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں جن کا اصل اِسلامی تعلیمات سے دُور کا واسطہ نہیں۔

محترم پیر صاحب کا مؤقف یہ ہے کہ ہر زمانے کے خالق و مالک خداوند کریم اور ہر زمانے کے ہادی و رہنما نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو عموماً اور عورت کو خصوصاً جو

حقوق دیے ہیں وہی سب سے بہتر ہیں اور ان میں کمی بیشی سے انسانی معاشرے میں خرابی دخواری پیدا ہوگی ۔ بے شک اسلام کے سلسلہ میں پیر صاحب کی بعض تشریحات سے مختلف مسالک کے پیروکاروں کو جزوی اختلاف ہوسکتا ہے لیکن ان کا عمومی رویہ اور جذبہ بہت قابلِ قدر ہے ۔ انھوں نے اعتدال کی راہ اختیار کی ہے اور یہی خدا اور رسُول کی راہ ہے ۔

مجھے امید ہے کہ "اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام" کی اشاعت سے ہمارے معاشرے میں عورت کے مقام میں کمی کے بجائے اضافہ ہوگا اور میرے نزدیک اسی کی ضرورت ہے ۔ پھر علم کی کوئی انتہا تو ہے نہیں اور نہ ہی محترم پیر محمد فضل حق نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ انھوں نے اس موضوع پر حرفِ آخر کہہ ڈالا ۔ انھوں نے ایک اہم موضوع پر اہم باتیں کی ہیں ۔ اب سے

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ دان کے لیے

محمد حنیف رامے
(سابق وزیرِ اعلیٰ پنجاب)

نذر

یہ ناچیز بے نوا حُسنِ عقیدت کے سدا بہار پھول یعنی اپنی ناچیز تصنیف (اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام)

محبوبۂ محبوب ربّ العالمین

امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دخترِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زوجۂ سلطانِ دین ہمدم و ہمرازِ خاص مصطفیٰ، بانوئے پردہ نشین، خلوت خیر الوریٰ صلّی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں نہایت ادب و احترام سے پیش کرتا ہوں۔

○

خدا کے محبوب کی حبیبہ، ترا ہے پیارا لقب حمیرا
یہ تیری عفت کی اِنتہا ہے رسُولِ اقدس نہ کیوں ہوں شیدا
گواہ عصمت کا خود خدا ہے، یہ سورۂ نور میں لکھا ہے
یہ تیری عفت کی اِنتہا ہے رسُولِ اقدس نہ کیوں ہوں شیدا

○

تعارف

از میاں خلیل احمد شرقپوری (آستانہ شرقپور شریف)

پیر محمد فضل حق قائد جمعیت مشائخ پاکستان مشہور و معروف حضرت پیر طریقت مولانا محمد سردار احمد محدث اعظم پاکستان کے نواسے اور حضرت شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی کے فرزند ارجمند ہیں۔

پیر محمد فضل حق ہمہ صفت موصوف ہیں۔ نہایت ہی ذہین وفطین واقع ہوئے ہیں وہ پاکستان اور اہل پاکستان کے ساتھ بہت پیار کرتے ہیں۔ جہاں کہیں بھی ملک عزیز پاکستان میں انہیں خامی نظر آتی ہے اُن کا دل تڑپ اُٹھتا ہے اور وہ اُس کے لئے سینہ سپر ہو جاتے ہیں اور ہر وقت پاکستان کی فلاح و بہبود اور استحکام کے لئے کمر بستہ رہتے ہیں۔

جب انہوں نے یہ دیکھا کہ پاکستان میں کچھ مسلم خواتین نے مغربی تہذیب کا جامہ پہن کر اپنی عظمت و وقار کو گنوا رہی ہیں اور اُس کے گھناؤنے اثرات ملک و ملت کو گہنا رہے ہیں تو اُن کی سوچ نے اس چیز کا فیصلہ کر لیا کہ مسلم خواتین کو ان کا مقام یاد دلایا جائے تو انہوں نے "اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام" ایک نہایت ہی مفید کتاب لکھ کر قوم کے سامنے پیش کر دی ہے۔

یہ کتاب ایک شہکار ہے جس کے ذریعے وہ مسلم خواتین کو بلند و ارفع مقام پر لانا چاہتے ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز القدر پیر محمد فضل حق سلمہ الرحمٰن کو ان کی اس مساعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

میاں خلیل احمد عفی عنہ

حرفِ آغاز

عزت مآب مسلم خواتین!

یورپ کی مسموم اور حیاسوز "تہذیب" جوکہ ایک لعنت ہے اُس نے عورت کے مقام اور حقیقی عز و وقار کو سخت مجروح کیا ہے۔ عورت جوکہ بنیادی طور پر شرم وحیا اور محبت و اخلاق کا بے مثال پیکر ہے۔ یورپی تہذیب میں سمٹ کر محض ایک "شوپیس" بن کر رہ گئی ہے اور روز بروز قعرِ مذلّت کی طرف گامزن ہے اپنے ہی ہاتھوں اپنی بربادی کا سامان کر رہی ہے۔ اب تک اگر عصمت، عفت اور غیرت کے لحاظ سے مسلم خواتین کو دیگر اقوام پر امتیاز حاصل تھا تو یہ سب محض تعلیماتِ اسلامیہ پر کماحقہٗ عمل پیرا ہونے کا صلۂ عظیم تھا۔ مسلم خواتین کو یورپی تہذیب پر عمل پیرا ہونے سے قبل یورپ میں اور اسلامی معاشرے میں عورت کی حرمت و تقدیس کا موازنہ ضرور کرنا چاہیے۔ اسلام میں حقوق و فرائض کی تقسیم جس عدیم المثل انداز میں کی گئی۔ وہ بلاشبہ ہر لحاظ سے آفاقی تقاضوں پر پورا اترتی ہے، اگر والدین کی شفقت، بھائیوں کی الفت اور شوہر کی والہانہ محبت عورت کے حقوقِ اولین ہیں تو اسلامی معاشرے کو اعلیٰ اسلامی تربیت یافتہ، جملہ برائیوں سے منزّہ اور ارتقائی منازل کی جانب تیزی سے محوِ سفر نسل مہیا کرنا عورت کا فرض بھی ہے۔

راقم الحروف مادی ترقی کے موجودہ دور میں قدیم تہذیبوں کی فرسودہ روایات کے مطابق عورت کو معاشرے کا ایک مفلوج جزو بنا کر مقید کر دینے کے حق میں قطعاً نہیں بلکہ اس بارے میں ایک مضبوط اور مدلل مؤقف رکھتا ہے مگر اُس کی

وضاحت اس انداز سے کرے گا کہ خواتین کے حقوق کے ساتھ ساتھ اسلامی اقدار بھی مجروح نہ ہونے پائیں۔

زیرِ نظر کتاب کا انگریزی ایڈیشن بھی طباعت کے مرحلوں سے گزر رہا ہے تاکہ اسلامی معاشرے میں خواتین کے مقام سے واقفیت محض اردو دانوں تک محدود نہ رہے بلکہ اِس سے عالم تغافل میں یورپی تہذیب پر نازاں انگریزی دان بھی استفادہ کر سکیں۔

معاشرتی ناہمواریاں محض اسلامی تعلیمات سے روگردانی کا نتیجہ ہیں لہٰذا یہ میری بھرپور کوشش ہے کہ اپنی گوناگوں مصروفیات سے وقت بچا کر آئندہ اپنا زورِ قلم نسلِ نو کی اصلاح پہ صرف کروں؛ چنانچہ میری آئندہ تخلیق اولاد اور والدین کے حقوق و فرائض کے موضوع پر ہو گی تاکہ بچوں کے بگاڑ کی تمام تر ذمہ داری اساتذہ اور دوستوں پہ ڈال کر خود بری الذمہ ہونے والے عاقبت نا اندیش والدین کو بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو سکے۔

مجھے امید کاملہ ہے کہ اہلِ فکر و دانش خواتین اس کتاب کے مطالعہ کے بعد نہ صرف میری ہم خیال ہوں گی بلکہ اس کتاب میں بتائے گئے رہنما اصولوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اصلاحِ خواتین کی عملی تحریک شروع کریں گی۔

اللہ تعالیٰ اِس کارِ خیر میں ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

والسلام

محمد فضل حق عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ کی پیچیدگی

انسانی تمدن اور عمرانیات کا یہ مسئلہ کہ عورت اور مرد کا تعلق کس نہج پر استوار کیا جائے ایسا مسئلہ جس کے حل پر زمانہ قبل از تاریخ سے لے کر آج تک تمام علماء اور فلاسفر سرگرداں رہے ہیں، کیونکہ اس مسئلے کے صحیح حل پر ہی انسانی فلاح اور بہبود کا انحصار ہے۔

انسان از خود ایک عالم اصغر ہے۔ اس کے جسم کی ساخت اور اس کے اعضا کے افعال، انسان کے دماغ (نفس) کی ترکیب۔ اس کی جبلتیں اور صلاحیتیں۔ اس کی ضروریات خواہشات اور احساسات پھر خارجی دنیا سے اس کے فاعلی اور منفعلی تعلقات اپنے اندر ایک دنیائے بسیط رکھتے ہیں۔

جب تک انسان ان تمام پہلوؤں کو کلی طور پر نہ سمجھ لے اور جب تک ان کا ایک ایک گوشہ جو کہ دریافت ہو چکا ہے اور جس کا ادراک اب تک نہیں ہو سکا ہے روشن نہ ہو جائے انسانی زندگی کا یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔

انسانی زندگی کی یہ ہی وہ ظاہری اور باطنی پہلوؤں کی پیچیدگی ہے کہ ہر دور کے حکما اور عقلا نے اس مسئلے کے حل کے لئے اپنے اپنے فلسفے قائم کئے اور پھر زمانہ کے ساتھ نئے انکشافات اور تجربہ کے تحت نئے نئے فلسفے قائم کئے جاتے رہے ہیں بغیر اس دعوے کے کہ انہوں نے انسان سے متعلق تمام حقائق دریافت کر لئے ہیں۔ جب انسانی زندگی

کا ایک نیا پہلو سامنے آتا ہے تو اسی لحاظ سے معاشرے میں تبدیلیاں لائی جاتی ہیں لیکن پھر بھی کچھ پہلو نگاہ سے اوجھل رہ جاتے ہیں، جبکہ فلاسفروں کے اپنے شخصی شخصی رجحانات بھی بعض پہلوؤں کو نظرانداز کر دیتے ہیں یا ان کی اہمیت کو گھٹا بڑھا دیتے ہیں۔ مرد اور عورت کے تعلق کے فلسفوں میں کہیں زندگی کا ایک پہلو بہت زیادہ نمایاں کر دیا جاتا ہے اور کہیں دوسرا پہلو۔ ہر فلسفہ میں افراط و تفریط پائی جاتی ہے

دُنیا میں عورت کی حالت زار

عورت اور مرد کے باہمی تعلق کے انہی فلسفوں کی افراط و تفریط کی عورت آج بھی شکار ہے۔

عورت جو کہ ماں کی حیثیت سے آدمی کو تخلیق کرتی ہے اور زندگی بھر کبھی ماں اور کبھی بیوی کی شکل میں مرد کی رفیق اور دمساز بنی رہتی ہے۔ اس کو گرا کر غلام اور لونڈی بنا دیا گیا۔ چوپایوں اور دُوسرے گھریلو جانوروں کی طرح فروخت کیا گیا، خریدا گیا، ملکیت اور وراثت سے محروم رکھا گیا۔ اس کو اُبھرنے کا کوئی موقعہ نہیں دیا گیا اور عورت صرف جنسی تسکین کا ایک ذریعہ، بچے پیدا کرنے کی ایک مشینی سمجھا گیا، بچے باپ کے تصور ہوتے تھے۔ ماں کا ان پر کوئی حق نہ ہوتا تھا۔

طرفہ تماشہ یہ ہے کہ قدیم دانشوروں کے درمیان مدتوں یہ مسئلہ زیر بحث رہا ہے کہ عورت انسان ہے یا کوئی اور جنس۔ آیا عورت میں جان ہوتی ہے یا نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اس کو انسان اور حیوان کے درمیان کی ایک مخلوق سمجھا جاتا تھا جس کا ایک بڑا مقصد مرد کی خدمت کرنا تھا۔

ویدک تعلیم کی رو سے عورت پر تعلیم کا دروازہ بند تھا۔ ہندو کی بیوی آج بھی شوہر کی داسی (غلام لونڈی) کہلاتی ہے اور ہندو عورت پتی ورتا (شوہر کو بطور معبود

معبود پوجنے والی) ہونے پر فخر کرتی ہے۔ ہندو معاشرے میں بیٹی کی پیدائش اتنی ذلیل تھی کہ آجکل بھی لفظ سالا اور سُسر گالی کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

ہندو معاشرے میں عورت کو نہ خلع کا حق ہے نہ عقد ثانی کا۔ ان کی نہ جوانی میں کوئی عزت تھی اور نہ بڑھاپا گزارنے کا کوئی انتظام۔ وہ دیوتاؤں کو رام کرنے کے لئے ان کے آگے گاتی اور ناچتی تھی اور پھر ان ہی پر بھینٹ چڑھا دی جاتی۔

نوجوان لڑکیوں کو دیوداسیاں (بت دیوتاؤں کی غلام) بنا کر مندروں کی نذر کر دیا جاتا تھا تاکہ ان کے والدین اور بھائیوں کو کوئی سُسر یا سالا نہ کہہ سکے۔ مندر کے پجاری ان سے اپنی جنس بھوک بجھایا کرتے تھے۔ آج بھی ہندو عورتیں اولاد کے لئے ناگا (ننگے) سادھوؤں کے "لنگ" کی پوجا کرنے جاتی ہیں۔

لوگ قرض لینے کے لئے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو مہاجن کے پاس رہن رکھ دیا کرتے تھے۔ قرض کی ادائیگی کے بعد جب وہ اپنے گھر واپس آجاتیں اور مہاجن سے جو بچہ وہ ساتھ لاتیں وہ بچہ ان ہی کا تصور ہوتا۔ اپنی عورتوں کو جوئے میں ہار کر جیتنے والے کے حوالے کر دینا عام تھا۔

ہندو رسم ہے کہ بیوی جب بھی شوہر سے ملے تو ہر بار اس کے پیر چھوئے اس سے "لنگم" کی پوجا کرائی گئی۔

"عورت ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ بچپن میں اس کے باپ کو چاہیے کہ اس کی نگرانی کرے۔ جوانی میں شوہر کا فرض ہے کہ ہر وقت اس کی حفاظت کرے اور بڑھاپے میں اس کے بیٹے کو چاہیئے کہ اس کی حرکات پر نظر رکھے۔ اگر ایک دن کے لئے بھی اس کو آزادی دیدی جائے تو وہ اپنی عصمت کو تباہ کر دے گی اور خاندان کی شرافت کو خاک میں ملا دے گی۔" (منوسمرتی)

بدھ مذہب میں عورت سے تعلق رکھنے والے کو نروان (نجات) نصیب نہیں ہو سکتا۔ چینی حکماء کا خیال تھا کہ عورت مرد کے مقابلہ میں حقیر و ذلیل شے ہے۔ اس کی تعظیم کرنا مرد کی عزت نفس کے خلاف ہے۔ عورت کا دل، مکر و فریب، چالاکی و عیاری شقاوت و عداوت، خود غرضی اور خود ستائی سے معمور ہے۔ عام دستور تھا کہ نکاح کے بعد چینی لڑکی کا باپ ایک ریشمی کوڑا ہاتھ میں لے کر لڑکی کو مارتا اور پھر اس تازیانۂ ہدایت کو اپنے داماد کو دے دیتا اور کہتا کہ تم بھی اس سے کام لیتے رہنا۔ لڑکی کے پیروں میں بچپن ہی میں لکڑی کے سخت جوتے پہنا دیئے جاتے تاکہ اس کے پیر ٹھٹھر کر رہ جائیں اور وہ کسی کے ساتھ بھاگ نہ سکے اور مشہور یہ کیا جاتا کہ اس طرح عورت کی چال دلفریب ہو جاتی ہے۔

عیسائی دُنیا میں عورت کو گناہ کی ماں، بدی کی جڑ شیطان کا ہتھیار اور ذلت کا مجسمہ سمجھا جاتا تھا اور عورت سے پرہیز تقویٰ قرار دیا جاتا تھا۔

"عورت دُنیا کے تمام خطرناک درندوں میں سے زیادہ خطرناک درندہ ہے۔ میں اپنے مشاہدے کی بنا پر کہتا ہوں کہ شیر کے حملوں سے جتنے آدمی مرتے ہیں۔ سانپ کے ڈسنے سے جتنے آدمی ہلاک ہوتے ہیں اور بچھو کی نیش زنی سے جتنے لوگ بے قرار ہوتے ہیں۔ ان کی تعداد کم ہے اور ان لوگوں کی تعداد زیادہ ہے جو عورت کے مکر و فریب اور اس کی فتنہ انگیزی کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں۔ پس جتنی نفرت شیر، سانپ اور بچھو سے کرتے ہو اس سے کہیں زیادہ نفرت عورت سے کرنی چاہیئے، کیونکہ وہ سب سے زیادہ خطرناک ہے اور سب سے زیادہ ایذا پہنچاتی ہے۔" (یوحنا)

"عورت اژدھے سے زیادہ خطرناک ہے اور لومڑی سے زیادہ چالاک ہے" (سینٹ گریگوری)

"عورت تمام برائیوں اور خرابیوں کی جڑ ہے" (سینٹ جروم)

"عورت ایک خوفناک اژدھے کے مانند ہے جس کا مقابلہ آسان نہیں ہم اگر دس برس تک غور کرتے رہیں تب بھی وہ عیاریاں ہمارے ذہن میں نہیں آسکتیں جن کو عورت ایک لمحہ میں سوچ لیتی ہے۔ عورت ایک شیطانی جادو ہے جس کے اثر سے محفوظ رہنا بہت دشوار ہے۔ وہ ایک ایسی غذا ہے جس کا ذائقہ اچھا ہے لیکن اس کا ہضم کرنا دشوار ہے۔ وہ ایک ایسا پھول ہے جو دیکھنے میں خوشنما، لیکن اس کی پنکھڑیاں کانٹے دار ہیں" (طامس ہارڈنگ)

آج بھی عام کلیسائی تصور یہی ہے کہ عورت مرد کو جہنم کا راستہ دکھاتی ہے پس جہاں تک ہو سکے عورت سے بچنا چاہئے۔ ازدواجی رشتہ کتنا ہی ضروری کیوں نہ ہو پھر بھی ایک عظیم گناہ اور جہنم کی آگ کی لپٹ ہے۔ کلیساؤں میں کنواری راہبائیں اور راہب اب بھی پائے جاتے ہیں جو شادی کو گناہ تصور کرتے ہیں اور جنس مخالف سے اجتناب برتتے ہیں۔

مصر میں ایک فلسفے کے تحت عورت کو مرد کی حیوانی خواہشات کا کھلونا ہی بنا دیا گیا تھا۔ عورتوں کو بالاخانوں پر بٹھا دیا گیا تاکہ کوئی شخص بھی حیوانوں کی طرح اپنی خواہش پر جنسی تسکین کے لئے ان کے پاس جا سکے پھر ان ہی بالاخانوں کو تہذیب تمدن، آرٹ اور موسیقی کے مراکز بنا دیا گیا۔

موجودہ دور میں بھی جسم تھرتھرانے والی فاحشاؤں کا کردار فلموں کے ذریعہ اس قدر بلند بنا دیا گیا کہ ان کی ذرا ذرا سی حرکات وسکنات کے قصے اور ان کے فوٹو بڑے بڑے علماء، وزراء اور حاکموں کے مدمقابل چھپنے لگے اور بچوں کو آداب مجلس سکھانے کے لئے ان کے پاس بھیجا جانے لگا۔

علمائے یونان کا خیال تھا کہ سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورت کے شر کا علاج ممکن نہیں۔ اگر ممکن ہو تو اس مجسمہ شر کو ذلت کے آخری غار میں دھکیل دیا جائے۔

"میں نے جس مسئلہ پر غور کیا اس مسئلے کی گہرائیوں کو آسانی سے سمجھ لیا، لیکن میں آج تک عورت کی فطرت کو کماحقہ نہیں سمجھ سکا۔ میں نہیں جانتا کہ عورت فتنہ انگیزی کی کس قدر بے پناہ طاقت رکھتی ہے اگر دُنیا میں عورت کا وجود نہ ہوتا تو دُنیا امن و سکون کا گہوارہ ہوتی"۔
(سقراط)

"عورت مرد کی سب سے بڑی کمزوری ہے"۔ (ارسطو)

"عورت نام ہے کمزوری اور عدم استقلال کا"۔ (شیکسپئر)

عرب، عراق، شام اور فلسطین میں بھی عورت کی کچھ ایسی ہی حالت تھی۔ اہلِ علم کا یہ فیصلہ کہ مرد کے مقابلہ میں عورت ذلیل ہے۔ اس کو آرام پہنچانے کی ضرورت نہیں۔ وہ صرف اس لئے پیدا کی گئی ہے کہ مرد کی خدمت کرے۔ اگر اس سے خطا، قصور ہو تو اس پر اس کو عبرت ناک سزا دینی چاہیئے تاکہ اس کی شیطانی قوتیں نمایاں نہ ہوں۔ یہ ممکن ہے کہ صحرائی درندے کسی وقت ہم پر حملہ نہ کریں اور چھوڑ دیں لیکن یہ ناممکن ہے کہ عورت کبھی رحم دلی سے کام لے۔ ــــ عرب معاشرے میں مرد مرد کی موجودگی میں عورت کا بیٹھنا ممنوع تھا۔ مرد کے مقابلہ میں بولنا گناہ تھا۔ مرد کے کسی کام پر عورت کا ادنیٰ سا اعتراض بھی موجب سزائے قتل تھا اور شوہر کا اپنی بیوی کو کسی اخلاقی بات پر قتل کر دینا قابل مواخذہ نہ تھا۔

اس شرم سے کہ اپنے گھر کی لڑکی کسی غیر مرد کے پاس چلی جائے گی۔ لڑکی کی پیدائش باعث ذلت تھی، لڑکی کی پیدائش پر سزا اور عورت سمجھی جاتی تھی کہ اس نے

لڑکے کے بجائے لڑکی کیوں جنی۔ دختر کشی کی رسم نہ فقط جرم نہ تھی بلکہ مستحسن سمجھی جاتی تھی۔ باپ بلا تامل ہنستی کھیلتی بیٹی کو اپنے ہاتھوں زندہ دفن کر دیتا تھا۔

دختر کشی کا یہ سلسلہ اب امریکہ سے دوبارہ شروع ہُوا ہے۔ وہاں عورتوں کی ایک کثیر تعداد یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ ان کے ہاں لڑکی پیدا ہونے والی ہے اسقاط حمل کرا لیتی ہیں (AMNIOCEATESIS) ٹسٹ کے ذریعہ جس کا اصل مقصد یہ معلوم کرنا ہوتا ہے کہ ہونے والے بچے میں کوئی خرابی تو نہیں ہے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ بچے کی جنس کیا ہے۔ برطانیہ اور یورپ کے دوسرے ممالک میں بھی یہ بلا پھیلنی شروع ہو گئی ہے۔ عورتیں ٹسٹ کی بھاری فیس ادا کر کے جنس کی بنیاد پر اسقاط کرا لیتی ہیں۔

ویسے بھی مہذب دنیا میں عیاشی کی خاطر اور اولاد کی ذمہ داریوں سے بچنے کے لئے اسقاط حمل خاندانی منصوبہ بندی کے تحت جائز قرار دیدیا گیا ہے۔

افریقی حبشی ممالک میں عورت جانوروں کی طرح خریدی اور فروخت کی جاتی تھی۔ ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق عورتوں کو خرید کر بیوی بنا لیتا تھا۔ اور ان کے ہاں بیویوں کی تعداد کی کوئی حد مقرر نہ تھی۔ ایک ایک آدمی کی سو سو تک بیویاں ہوتی تھیں۔

شوہر اپنی بیویوں کے نان نفقہ کا ذمہ دار نہ ہوتا تھا بلکہ وہ خود محنت کر کے اپنی اور شوہر کے لئے رزق پیدا کرتی تھیں۔ زیادہ بیویوں والا شوہر زیادہ مالدار ہوتا تھا۔

پھر شوہر کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے اپنی سوتیلی ماؤں کو بطور وراثت اپنی بیویاں بنا لیتے تھے۔

پھر جب انقلاب فرانس کے بعد دور جدید میں عورت کو ابھارا گیا تو اس

تمدنی زندگی میں بھی اس کو مرد کے مقابل لا کھڑا کیا کہ عورت بھی مرد کے شانہ بشانہ وہی کام کرے جو مرد کرتے ہیں۔ آدھی انسانیت کو گھروں میں بند نہیں رکھا جا سکتا قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ عورت کے لئے بھی اخلاقی بندشیں اسی طرح ڈھیلی ہونی چاہئیں جس طرح وہ مرد کے لئے ہیں۔ جنسی تسکین کے لئے عورت کو بھی کوئی ٹوکنے والا نہ ہو۔ عورت معاشی طور سے مرد سے آزاد ہو اور بجز جنسی تسکین کے اس کا مرد سے اور کوئی تعلق نہ ہو۔

پھر ان حالات میں عورت حدود نکاح کی پابندیوں کو کیوں قبول کرے حمل اور رضاعت کی زحمت کیوں گوارا کرے، بچوں کی پرورش کیوں کرے اسقاط حمل کیوں جرم ہو۔ مانع حمل دوائیں کیوں نہ استعمال کی جائیں۔

اسی طرح مرد بیوی بچوں کا بار کیوں اُٹھائے۔ تمام حیوان ایسا ہی کرتے ہیں۔ انسان دراصل ایک حیوان ہی تو ہے۔ اگر بچہ پیدا ہو ہی جائے تو بقائے نسل کے لئے اس کی ذمہ داری حکومت پر ہونی چاہیئے۔ وہی ان کی پرورش کرے۔ قطع نظر اس کے کہ خاندانی نظام جو انسانی تمدن کی بنیاد ہے کیوں نہ ڈھا جائے نسل کشی کے لئے حسب ضرورت ٹسٹ ٹیوب بچے پیدا کئے جا سکتے ہیں۔ جنس محض تسکین کے لئے ہو اور آزاد ہو۔

آپ نے دیکھا کہ عورت مرد کے تعلقات کی ایک صحیح اور متناسب راہ نکالنا اور ان میں انصاف قائم رکھنا انسانی عقل کے لئے کتنا مشکل کام ہے۔ متناسب طریقہ وہی ہو سکتا ہے جس میں عورت کو اپنی شخصیت اور صلاحیت کی نشو و نما کے پورے مواقع مہیا کئے گئے ہوں۔ اس کو قانونی، معاشی اور تعلیمی برابری دی گئی ہو اور اس کے بعد اس کا دائرہ کار ایسا متعین کیا گیا ہو کہ وہ تمدن اور قومی ترقی کے ارتقا میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے سکے اور مفید ہو سکے اور ساتھ ہی

ساتھ مرد کے ساتھ تعاون کا ایک ایسا معین راستہ مقرر ہو تاکہ مرد اور عورت اخلاقی تنزل سے انسانی نسل اور تمدن کی تباہی کا سبب نہ بن سکیں۔

ایسا متناسب اور درمیانی راستہ وہ نہیں ہو سکتا جس کو کسی انسان نے اپنی محدود و معلومات۔ اپنی محدود عقل اور اپنی مخصوص پسند کی بنا پر کسی مخصوص معاشرے کے لئے پیش کیا ہو۔ ایسا راستہ وہی ہے جسے خالق کائنات نے اپنی رحمت خاص سے خود انسان کے لئے وضع کیا ہے جو عین فطرت انسانی کے مطابق ہے اور جس کو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزمان تک تمام انبیاء کرام بتاتے چلے آئے ہیں۔

اس افراط و تفریط کی دنیا میں اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا نظام تمدن ہی ایسا ہے جس میں فطرت انسانی کے ایک ایک پہلو حتیٰ کہ باریک سے باریک خفی پہلوؤں کی بھی رعایت رکھی گئی ہے جو کہ اب تک انسانی حیطۂ علم میں نہیں آسکے ہیں۔ اس میں انسانی جسم کی ساخت، اس کی حیوانی جبلتیں، اس کی انسانی سرشت، اس کی نفسی خواہشات اور ضروریات سے متعلق تفصیلی علم سے کام لیا گیا ہے تخلیق انسانی سے فطرت کا جو مقصد ہے اس کو اس طرح پورا کیا گیا ہے کہ کسی چھوٹے سے چھوٹے مقصد کی نفی نہ ہو اور سب چھوٹے بڑے مقاصد مل کر اس عظیم تر مقصد کی تکمیل کے مددگار ہوں جو خود انسانی زندگی کا مقصد ہے۔

معودے چند استثناؤں کو چھوڑ کر جس میں کسی مخصوص عورت نے مردانہ کام بطور احسن پورے کئے ہوں بطور عمومی عورت مرد شانہ بشانہ نہیں چل سکتے۔

مرد کا قد اوسطاً عورت کے قد سے لمبا ہوتا ہے۔ اگر ہم لمبی سے لمبی عورت کا مقابلہ لمبے سے لمبے مرد سے کریں تو ان میں بھی یہ فرق قائم رہے گا۔

مرد کا وزن عورت کے وزن سے زیادہ ہوتا ہے اگر ہم وزنی سے وزنی

عورت کا مقابلہ وزنی سے وزنی مرد سے کریں تو یہ فرق قائم رہے گا۔

مرد کا دل عورت کے دل سے بڑا ہوتا ہے۔

مرد ایک گھنٹہ میں جتنی آکسیجن استعمال کر کے اپنے جسم کا حصول طاقت کے لئے کاربن جلاتا ہے اس کے مقابلہ میں عورت کم آکسیجن جذب کر کے کم کاربن جلاتی ہے۔

مرد اور عورت کے عضلات میں بھی فرق ہوتا ہے۔ مرد کے عضلات سخت ہوتے ہیں اس میں دیر تک نہ تھکنے کی قوت برداشت ہوتی ہے جبکہ عورت کے عضلات نرم ہوتے ہیں اور ان میں دیر تک کام کرنے کی قوت برداشت کم ہوتی ہے۔ وہ جسمانی محنت سے جلد تھک جاتی ہے۔

جذباتی لحاظ سے عورت مرد کے مقابلہ میں زود حس جذباتی اور زیادہ محبت کرنے والی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے عورت کو بنایا ہی صنف نازک ہے۔

طبی اصول ہے کہ نر جانور کا گوشت مادہ کے گوشت سے زیادہ مقوی ہوتا ہے

پس عورت مرد کی مساوات یہ نہیں ہے کہ جیسا کام مرد کریں ویسا ہی کام عورت بھی کرے۔ مساوات یہ نہیں ہے کہ جیسا لباس مرد پہنتے ہیں عورتیں بھی ویسا ہی لباس پہنیں، چونکہ عورتوں کے چہرے پر بال نہیں ہوتے اس لئے مرد بھی ڈاڑھی مونچھ منڈوا کر عورت جیسے بن جائیں اور عورتیں اپنے بال مردوں کی طرح ترشوانے لگیں۔ یہ مساوات نہیں ہے کہ جو تعلیم مردوں کے لئے ضروری ہو وہی تعلیم عورتوں کو بھی دی جائے۔ یہ مساوات نہیں ہے کہ مرد بھی گھر میں عورتوں کے ساتھ کھانا پکائیں اور برتن دھوئیں اور بچے سنبھالیں۔ یہ مساوات نہیں ہے کہ عورتیں بھی مردوں کی طرح ہاکی فٹ بال کھیلیں اور جوڈو، کراٹے اور کشتی لڑنا سیکھیں۔ یہ مرد عورت کی مساوات نہیں ہے کہ عورت بھی فوجی لباس پہن کر محاذ جنگ پر جائے، توپ داغے اور ہوائی جہاز سے دشمن پر بمباری کرے۔

اسلام نے عورت کو کیا دیا؟

اسلام میں عورت مرد کی نوعی مساوات

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا
(الزمر ع ۳۹ ، آیت ع ۶)

اسی (اللہ) نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور پھر وہی ہے جس نے اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا۔

تمام انسان خواہ وہ رنگ و نسل میں کتنے ہی مختلف کیوں نہ ہوں ایک ہی شخص (آدم) کی اولاد ہیں اور عورت (حوا) خود آدم سے پیدا ہوئی تھی۔

لہٰذا عورت مرد سے کوئی جُدا مخلوق نہیں بلکہ آدمی ہی کے جسم کا ایک حصّہ ہے، لیکن عورت آدمی کی ہم سر اور مدمقابل نہیں بلکہ اس کا تتمہ ہے۔ دونوں مل کر اکائی ہوتے ہیں۔ ایک کی کمی کو دوسرا پُورا کرتا ہے۔ نہ عورت تنہا زندگی بسر کر سکتی ہے نہ مرد بلکہ ہر ایک دوسرے کا محتاج ہے۔

انسان خواہ مرد ہو یا عورت ایک ہی نوع (SPECIES) ہیں۔ ان کے جسم ماسوا جنسی اعضاء کے ایک جیسے ہی ہیں، ان کی غذا اور دوسری ضروریات زندگی بھی ایک جیسی ہی ہیں۔ ان کے دل ایک ہی طرح دھڑکتے ہیں اور دماغ بھی ایک ہی طرح سوچتے اور کام کرتے ہیں۔ ان کے اعضاء، بصارت، سماعت ذائقہ، شامہ اور لامسہ بھی ایک جیسے ہیں اور ایک ہی طرح کام کرتے ہیں۔

"اگر مرد درخت ہے تو عورت اس کا پھول ہے اگر مرد پھُول ہے تو عورت اس کی خوشبو ہے۔ اگر مرد آنکھ ہے تو عورت اس کی بینائی ہے۔

عورت گھر کی زینت ہی نہیں بلکہ گھر کی روح بھی ہے "۔

یہ الفاظ شاعرانہ ہی سہی مگر عورت اور مرد کو ایک دوسرے سے اس طرح سے مربوط کرتے ہیں کہ ایک کا دوسرے سے جُدا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دو جسم ایک جان ہیں۔

بنیادی حقوق اور تعزیراتی قوانین میں عورت مرد کی مساوات

قانون الٰہی عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں کرتا، اس کی نگاہ میں دونوں مساوی ہیں اور دونوں کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ص وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ط (البقرہ ع۲ آیت ۲۲۸)	عورتوں کے لئے بھی معروف طریقہ سے ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں البتہ مردوں کو ان پر فضیلت ہے۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ بنیادی حقوق کے لحاظ سے عورت مرد کو اللہ تعالیٰ نے مساوی رکھا ہے۔ اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مرد اور عورت کے حقوق ایک جیسے ہیں۔ یہاں "معروف" کا مطلب حقوق، متناسب، مروجہ حالت کے مطابق ہیں۔ انسان ہونے کے لحاظ سے اظہار خیال، تحریر و تقریر اور شہری حقوق میں دونوں برابر ہیں۔ دونوں کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں، لیکن عائلی قوانین میں ان کے حقوق عورت اور مرد کے دائرہ کار کے لحاظ سے مقرر ہیں جن کا ہم آگے تفصیل سے جائزہ لیں گے۔ فرائض میں عورت کو مرد نہیں بنا دیا گیا ہے۔ اسلام نے ایسی مساوات عطا نہیں کی ہے جو جنس کے خلاف ہو۔ عائلی قوانین میں مرد کو عورت پر

برتری عطاء کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے باشعور اور آزاد مخلوق ہونے کی حیثیت میں عورت اور مرد اپنے اپنے اعمال و افعال میں خود جواب دہ ہیں۔ دونوں کے لئے سزا ایک ہی جیسی ہیں جیساکہ درج ذیل آیات سے ظاہر ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ص (النور ع۲۴، آیت ع۲)	زانیہ عورت اور زانی مرد میں سے ہر ایک کو ایک سو کوڑے مارو۔
وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ ط (المائدہ ع۵، آیت ع۳۸)	اور چور خواہ عورت ہو یا مرد۔ دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ ان کے کسب کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا۔"
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ط الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ وَالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى ط (البقرہ ع۲، آیت ع۱۷۸)	"اے ایمان لانے والو تمہارے لئے قتل کے مقدموں میں قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے۔ آزاد کا بدلہ آزاد آدمی غلام کا بدلہ غلام آدمی اور عورت کے بدلے میں عورت سے ہی بدلہ لیا جائے گا،،

دُنیا اور آخرت میں بھی عمل کے لحاظ سے عورت اور مرد دونوں کے لئے جزا ایک جیسی ہی ہے۔

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا	اور جو نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ہو وہ مومن تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور

يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ٥

(النساء ع۴، آیت ع۱۲۴)

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥

(النحل ع۱۶، آیت ع۹۷)

ان کی ذرہ بھر حق تلفی نہ ہونے پائے گی "

جو شخص بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور ہو وہ مومن اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے "

یہاں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ نیک اعمال کا اجر اللہ کے ہاں ان ہی کے لئے ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان بھی رکھتا ہو اور اس کی نیت بھی نیک عمل کرنے کی ہو ورنہ کسی اچھے کام کی جزا تھوڑی بہت اسی دنیا میں تو مل سکتی ہے آخرت میں نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے ہر شخص اپنے اچھے اور بُرے اعمال کا خود ذمہ وار ہے اس کے اعمال کی باز پرس دوسرے سے نہیں کی جائے گی۔ ایک کی سزا دوسرا نہیں بھگتے گا۔

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ج وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى

(الانعام ع۶، آیت ع۱۶۴)

(بنی اسرائیل ع۷، آیت ع۱۵)

(الزمر ع۳۹، آیت ع۷)

ہر شخص (مرد اور عورت) جو کچھ کماتا ہے (نیکی اور بدی) اس کا ذمہ وار وہ خود ہے۔ کوئی بوجھ اُٹھانے والا (سزا پانے والا) دوسرے کا بوجھ (دوسرے کے گناہوں کی سزا) نہیں اُٹھاتا،

(النجم ع۵۳، آیت ع۳۸) (فاطر ع۳۵، آیت ع۱۸)

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ	جو کچھ اُنہوں نے کسب ہے ان کے لئے ہے اور جو کچھ تم کسب کرو گے
وہ تمہارے لئے ہے۔ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ (النساء ع۲، آیت ۸۴)	تم اپنی ذات کے سوا اور کسی کے لئے ذمہ وار نہیں ،،

اسلامی نظام حکومت میں ان ہی اصولوں کا اطلاق عورت مرد کے شہری اور تعزیراتی قوانین پر ہوتا ہے۔ اسلامی قانون میں کسی جرم کیلئے عورت اور مرد دونوں کے لئے سزا اور انعام ایک جیسا ہی ہے۔ وہ عورت اور مرد میں فرق نہیں کرتا، البتہ مغربی قانون (رومن لاء) میں عورت کے لئے ہلکی سزائیں ہیں اور بعض حالات میں تو عورت کو مجرم ماناہی نہیں جاتا مثلاً ارتکاب زنا میں اسلامی نقطہ نگاہ سے مرد اور عورت دونوں برابر کے مجرم ہوتے ہیں؛ لیکن مغربی قانون میں عورت کو کمزور اور مجبور شئی تصوّر کرکے اس کے لئے کوئی سزا تجویز نہیں کرتا۔ صرف مرد کو سزا دیتا ہے وہ بھی جبکہ اس کے ساتھ زبردستی کی گئی ہو۔ اگر کوئی عورت کسی مرد کے ساتھ بھاگ جائے تو عورت کے واسطے کوئی سزا نہیں ہے۔ مرد کے واسطے اس کو حبسِ بیجا میں رکھنے کی سزا۔

اسلامی قانون میں بیٹے کے جرم میں باپ کو اور باپ کے جرم پر بیٹے یا اس کی بیوی کو سزا نہیں دی جاسکتی۔ ہر بالغ مرد اور عورت اپنے جرم کا خود ذمہ وار ہوتا ہے جبکہ سوشلسٹ اور کمیونسٹ ممالک میں ایک شخص کے جرم کا بدلہ پورے خاندان اور بعض اوقات پوری بستی سے انتقاماً لیا جاسکتا ہے۔

عورت کو حقِ ملکیّت

لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ ط

(النساء ع۴، آیت ع۳۲)

جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصّہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصّہ ہے۔

یہ آیت عورت اور مرد کے ملکیّت کے حقوق متعیّن کرتی ہے کہ عورت یا مرد نے اپنی محنت اور صلاحیّت سے جو بھی کمایا ہے وہ اسی کا ہے۔ اس پر کسی دوسرے کا حق ملکیت نہیں ہے۔

اس آیت کے دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ جس عورت یا مرد نے جو بھی نیکیاں اور بدیاں اس دُنیاوی زندگی میں کمائی ہیں ان کو آخرت میں سزا اور جزا اسی مطابقت سے ملے گی۔

عہدِ جاہلیّت میں عورت کی محنت کی کمائی اس کے نکاح سے پہلے باپ کی۔ نکاح کے بعد شوہر کی اور بیوگی میں اس کے ورثا کی ملکیّت مانی جاتی تھی بالکل اسی طرح جس طرح ایک گدھے کو بوجھ ڈھو کر جو معاوضہ ملتا ہے وہ گدھے کا نہیں بلکہ گدھے کے مالک کا ہوتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ گدھے کا مالک اس میں سے گدھے کو پیٹ بھر کر کھلا بھی دیتا ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ بوجھ ڈھو کر زیادہ کمائی لا سکے۔

اس آیت کی رو سے دُنیا میں عورت کو پہلی بار قانونی طور پر حق ملکیت دیا گیا۔ [illegible]رت جو کچھ کمالے اس پر اس کے وارثوں یا شوہر کا کوئی حق نہیں ہ[illegible] [illegible]رد عورت سے بیگار نہیں لے سکتا جیسی کہ غلاموں سے لی جاتی تھی۔

اس آیت سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ عورت بھی کسب معاش کر سکتی ہے۔ عورت کے لئے کسب معاش مخصوص حالات میں ہی درست ہے اور وہ بھی اپنی نسوانیت اور شرم وحیا کا لحاظ رکھتے ہوئے ورنہ جیسا کہ ہم دیکھیں گے عورت کی کفالت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے مردوں پر ڈالی ہے اور اس کو معاشی جھمیلوں سے الگ رکھا ہے تاکہ وہ اپنی گھریلو ذمہ داریوں کو بطور احسن پورا کر سکے۔

ہو سکتا ہے کہ معاشرے میں کچھ ایسی مخصوص عورتیں ہوں جو اچھی بیرسٹر اچھی سوشل ورکر، اچھی منتظم اور سیاستدان بن سکیں۔ اسلام ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں ڈالتا، لیکن کوئی بھی عورت، ملازمت یا پیشہ اختیار کرنے کے باوجود، شادی کرنے، اپنا گھر بسانے اور اپنے بچوں کی پرورش کرنے پر جذباتی اور نفسیاتی وجوہ کی بناء پر مجبور ہوتی ہے۔ ملازم پیشہ عورتوں کے کندھوں پر دوچند بار پڑ جاتا ہے۔ ملازمت یا پیشہ کی ذمہ داری اور گھرداری کی ذمہ داری، ایام حمل اور رضاعت اور ایام ماہواری کی رکاوٹوں کے باعث وہ ان تمام ذمہ داریوں سے کما حقہ عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ بعض عورتیں اپنے پیشہ کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ازدواجی زندگی ہی سے انکار کر کے اپنی جنسی اور جذباتی زندگی کو ہی ختم کر دیتی ہیں اور نتیجہ میں چڑچڑی اور آدم بیزار ہو جاتی ہیں۔ شادی اور اولاد سے گریز ان کی نسوانیت چھین لیتی ہے اور آخری عمر میں ان کو اپنی بے چارگی اور لاوارثی کا احساس ہوتا ہے جبکہ اس کا کوئی مداوا نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ کتے بلی یا طوطے مینا پال کر یا پھر دوسروں کے بچے گود لے کر اس احساس محرومی کو دور کریں۔ مغربی معاشرے میں ایسے احساس محرومی کی حامل لاتعداد عورتیں ملتی ہیں۔

حق کو حق وراثت

"عہد جہالت میں عورت کی کوئی وراثت نہ ہوتی تھی۔ باپ یا شوہر کے فوت ہوجانے پر اس کے ترکہ میں بیٹی یا بیوی کا کوئی حصہ نہ ہوتا تھا بلکہ عورت خود دوسروں کی ملکیت بن جاتی تھی۔ مغربی دُنیا میں باوجود عورت کے مادر پدر آزاد ہوجانے کے اب بھی غیر شادی عورت مس فلاں (باپ کی ملکیت) اور شادی کے بعد مسز فلاں (شوہر کی ملکیت) تصور ہوتی ہے۔
اسلام نے پہلی مرتبہ عورت کو حق وراثت دیا۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا

(النساء ع ۲، آیت ۷)

مردوں کے لئے اس حال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لئے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو خواہ وہ تھوڑا ہو یا بہت۔ یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے۔"

ماں، باپ اور دوسرے رشتہ داروں کی چھوڑی ہُوئی میراث خواہ وہ کم ہو یا زیادہ پس ماندہ خونی رشتہ داروں میں جن میں عورتیں اور مرد سب شامل ہیں تقسیم ہوگی پھر ترکہ میں عورتوں اور مردوں کے حصے بھی مقرر کر دیئے ہیں۔

بیٹے اور بیٹی کا حصّہ

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ

(النساء ع۲، آیت ع۱۱)

تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تمہیں ہدایت کرتا ہے۔ مرد کا حصّہ دو عورتوں کے برابر ہے (اگر میت کے وارث صرف) دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو انہیں (سب کو ملا کر) ترکہ کا دو تہائی دیا جائے گا اور اگر ایک ہی لڑکی وارث ہو تو اس کو آدھا ترکہ ملے گا "

اگر پسماندگان میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں تو مرد کے مقابلہ میں عورت کو نصف حصّہ ملے گا۔ اگر اولاد میں ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو ترکہ کا نصف حصّہ ملے گا لیکن اگر اولاد میں لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں تو ان سب کو ملا کر ترکہ کا دو تہائی حصّہ ملے گا جو ان میں برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔

ماں باپ کے ترکہ میں عورت کا حصّہ مرد کے حصّے سے نصف رکھنا عورت کے ساتھ ناانصافی یا عورت کو مرد سے فروتر قرار دینا نہیں ہے۔ بلکہ یہ عین انصاف ہے، کیونکہ عورت ماں باپ کے علاوہ وراثت اپنے شوہر سے بھی وصول کرتی ہے جو اس کے حق مہر کے علاوہ ہے۔

عورت کی اپنی نجی کمائی، مال وراثت اور مہر اس کے لئے دراصل ایک قسم کے زر محفوظ کی حیثیت رکھتی ہے تاکہ وہ آڑے وقت میں کام آئے ورنہ عورت کی رہائش، کھانا پینا، لباس اور دوسرے اخراجات باپ، شوہر اور بیٹے پر ہوتے ہیں۔ عورت کو اپنی ملکیت اور کمائی میں سے اپنے اوپر

خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

عورت کو شوہر سے وراثت

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ

(النساء ع۴ آیت ۱۲)

اور وہ (تمہاری بیویاں) تمہارے ترکے میں سے چوتھائی حصہ کی حقدار ہوں گی۔ اگر تم بے اولاد ہو ورنہ صاحب اولاد ہونیکی صورت میں ان کا آٹھواں حصہ ہوگا۔"

اگر شوہر صاحب اولاد نہ ہو تو بیوی کو شوہر کے ترکہ میں سے چوتھائی حصہ ملے گا لیکن اگر شوہر صاحب اولاد ہو تو بیوی کو ترکہ کا آٹھواں حصہ ملیگا۔

وَإِنْ أَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِينًا ٥

(النساء ع۴، آیت ۲۰)

اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ (اسے طلاق دے کر) دوسری بیوی لے آنے کا ارادہ ہی کر لو تو خواہ تم نے اسے ڈھیر سارا مال ہی کیوں نہ دیا ہو اس میں سے کچھ واپس نہ لینا کیا تم اسے بہتان لگا کر صریح ظلم کر کے واپس لوگے۔"

شوہر اپنی بیوی کو جو کچھ بھی تحفے تحائف، زیور، نقد، گھر اور زمین علیحدگی یا فوت ہونے سے پہلے دے چکا ہو وہ مال بیوی کی اپنی نجی ملکیت تصوّر ہوگا۔ اس کو واپس لینے کا شوہر یا ورثا کو حق نہیں ہے۔

عورت کا حق مہر

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ط
(النساء ع۴، آیت ع۴)

اور عورتوں کے مہر خوشدلی کے ساتھ (فرض جانتے ہوئے) ادا کرو"

فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً
(النساء ع۴، آیت ع۲۴)

پس ان کے مہر فرض کے طور پر ادا کرو"

عورت کا مہر دکھلاوے کے لئے نہیں ہوتا۔ یہ بیوی کا شوہر پر قرض ہوتا ہے۔ اس کو جلد از جلد خوش دلی سے ادا کرنا ہوتا ہے۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ط وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ
(البقرہ ع۲ آیت ع۲۳۶-۲۳۷)

تم پر کچھ گناہ نہیں ہے اگر اپنی عورتوں طلاق دیدو قبل مہر مقرر ہوئے یا ان کو ہاتھ لگائے۔ اس صورت میں انہیں کچھ نہ کچھ دینا چاہیے۔ خوش حال آدمی اور غریب آدمی اپنی مقدرت کے مطابق معروف طریقے سے دے اور اگر ہاتھ لگانے سے پہلے تم نے طلاق دیدی ہو اور مہر مقرر کیا جاچکا ہو تو اس صورت میں نصف مہر دینا ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ مرد جس کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے نرمی سے کام لے۔ تم نرمی سے کام لو یہ بات تقویٰ سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔"

اگر نکاح ہوچکا ہو۔ مہر مقرر ہوچکا ہو اور رخصتی سے پہلے طلاق ہوجائے

تو عورت کو نصف مہر دینا ہوگا۔ اگر صرف منگنی ہی ہوئی ہو اور مہر مقرر نہ ہوا ہو اور علیحدگی ہوجائے تب بھی حسب استطاعت عورت کو کچھ نہ کچھ دینا چاہئیے۔ ہاں اگر عورت اپنی مرضی سے کچھ نہ لے یا مرد اپنی مرضی سے پورا مہر دیدے تو یہ اور بات ہے۔ مردوں کو حکم ہے کہ ایسے موقعوں پر نرمی اور خوش دلی سے کام لیں۔

عورت کو اپنی اولاد سے وراثت

وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ

(النساء ع۲، آیت ۱۱)

اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کے والدین (ماں اور باپ) ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصّہ ملنا چاہئیے اور اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصّہ ملے گا اور اگر میت کے بہن بھائی بھی ہوں تو ماں چھٹے حصّہ کی حقدار ہوگی۔"

اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کی ماں کو ترکہ کا چھٹا حصّہ ملے گا اور اگر صاحب اولاد نہ ہو اور اس کے بہن بھائی بھی نہ ہوں تو ماں کو ترکہ کا ایک تہائی ملے گا، لیکن اگر میت صاحب اولاد نہ ہو اور اس کے بہن بھائی ہوں تو ماں کو چھٹا حصّہ ملے گا۔

عورت کو بھائی سے وراثت

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ

اگر وہ مرد یا عورت (جس کی میراث

كَلٰلَةً أَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ج فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ

(النساء ع۲، آیت ع۱۲)

تقسیم طلب ہے) بے اولاد بھی ہو اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں مگر اس کا ایک بھائی یا بہن موجود ہوں تو بھائی اور بہن ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور بھائی بہن اگر ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب ترکہ کے ایک تہائی میں شریک ہوں گے "

اگر میت کے اولاد بھی نہ ہو اور ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں اور اس کے صرف ایک بھائی یا ایک بہن ہی ہو تو اس کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا لیکن اگر بہن اور بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کو ملا کر ترکہ کا ایک تہائی حصہ ملے گا۔

حصول علم میں عورت مرد کی مساوات

قدیم تہذیبوں میں حصول علم صرف مردوں تک اور وہ بھی مخصوص مذہبی طبقہ تک محدود تھا۔ کوئی شودر اگر ویدک اشلوک سُن لیتا تو اس کے کانوں میں پگھلا ہُوا سیسہ ڈال دیا جاتا۔ علم صرف پنڈتوں اور کاہنوں کا حصہ تھا یونان میں عورتیں اور غلام علم حاصل نہ کر سکتے تھے اور صرف آزاد شہری ہی علم حاصل کر سکتے تھے اسلام نے حصول علم تمام مردوں اور تمام عورتوں کیلئے عام ہی نہیں کیا بلکہ لازم قرار دیدیا۔

تنزیل قرآن کی ابتدا ہی اقراء باسم ربك یعنی اپنے رب کا نام لے کر پڑھ سے ہُوئی اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔

طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ (الحدیث)

"حصول علم سب مردوں اور عورتوں پہ فرض ہے"

اطلبوا العلم و لو کان بالصین (حدیث)	حصولِ علم کے لئے اگر چین (دور دراز کے علاقے) بھی جانا پڑے تو جاؤ"

"حصول علم تمام عبادتوں میں اشرف اور اعلیٰ عبادت ہے علمی مشغلہ میں نیت جتنی اچھی ہوگی اتنی ہی یہ عبادت اعلیٰ سے اعلیٰ ہوتی چلی جائے گی" (حدیث)

"علم کے بغیر عمل، عمل نہیں سمجھا جاتا۔ عمل اسی وقت ہوتا ہے جب علم اس کے ساتھ ہو" (حدیث)

اب دُنیا میں ہر جگہ تعلیم عام کر دی گئی ہے اور علم وہی کچھ ہوتا ہے جس سے دنیاوی زندگی میں زیادہ دولت زیادہ عشرت اور زیادہ طاقت و اقتدار حاصل کیا جا سکے، لیکن اسلام بتاتا ہے کہ

"خواہشات علم کے تابع ہونی چاہئیں نہ کہ علم خواہشات کا تابع ہو"

(عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

"اے اللہ میں اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع اخروی نہ دے"

(حدیث)

"عالم وہ ہے جو علم سے دنیا نہ کماتا ہو" (حسن بصری)

اب عورتوں اور مردوں کو یکساں مضامین کی تعلیم دی جاتی ہے؛ جبکہ عورت اور مرد کی تعلیم ان کے دائرکار، نفسیاتی، ذہنی، معاشی اور تمدنی ضروریات کے لحاظ سے ہونی چاہیئے۔ عورت کی تعلیم ایسی ہونی چاہیئے جو اس کو اس کے فطری دائرہ کار میں زیادہ معاون ہو مثلاً دینی علم کے علاوہ جو سب عورتوں اور مردوں کے لئے لازمی ہے۔ عورت کے لئے گھریلو معاشیات، اصول

صحت، بچوں کی نفسیات اور تربیت، عمرانی مضامین، سینا پرونا، پکانا، گھر کی آرائش، نرسنگ، زچگی کرانا وغیرہ ہو جانے چاہئیں۔ بعض باصلاحیت عورتیں دوسرے مضامین بھی پڑھ سکتی ہیں۔ مردوں کے لئے تجارت، فوجی تعلیم، سائنس ریاضی وغیرہ مضامین ہونے چاہئیں۔

عورتوں کو وہی تعلیم دینا جو مردوں کے لئے ضروری ہے۔ عورت کو اپنی فطرت سے باغی بنانا ہے۔

○

اسلامی عائلی قوانین

مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ

(النساء ع۴، آیت ع۳۴)

مرد عورتوں پر قوام (حاکم، سرپرست) ہیں کہ اللہ نے ان میں سے ایک (مرد) کو دوسرے (عورت) پر فضیلت دی ہے اور اس بنار پر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔"

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ

(البقرۃ ع۲ آیت ع۲۲۸)

عورتوں کے بھی معروف طریقہ سے ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کے مقابلہ میں جسمانی طور پر اور نفسیاتی طور پر کمزور بنایا ہے اور اس کو ہمیشہ ایک محافظ کی ضرورت ہوتی ہے بالخصوص حمل کے دوران۔ نفسیاتی طور پر عورت چاہتی ہے کہ اس کا کوئی اپنا سرپرست ہو اور اسے چاہا جائے۔ اس کا اپنا گھر ہو، بچے ہوں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو مضبوط بنایا ہے اور وہ زیادہ مشقت کر سکتا ہے اور مسلسل مشقت کر سکتا ہے۔ عورتوں کی طرح اس کو ایام، حمل اور رضاعت کی زحمت مانع نہیں ہوتی۔ اس میں قوتِ مزاحمت زیادہ ہوتی ہے اور وہ باہر کی سخت زندگی اور کاروبار کے لئے زیادہ موزوں ہے۔

عورت حاملہ ہونے کی حالت میں کام کاج سے معذور ہو جاتی ہے۔ رضاعت

کے زمانہ میں بھی بچّہ کی وجہ سے بچے کو ہر وقت ساتھ رکھنے پر مجبور رہو تی ہے۔ ایام کی حالت میں بھی ایک طرح کی مریض ہوتی ہے اور آرام چاہتی ہے اس لئے زندگی گزارنے کے لئے اس کو ایک ساتھی، ایک محافظ اور سرپرست کی ضرورت ہوتی ہے۔ مرد عورت کی حفاظت کرتا ہے اور اس پر اپنی کمائی بھی خرچ کرتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت کے مقابلہ میں زیادہ حقوق دیئے ہیں تاکہ وہ عورتوں سے متعلق اپنی ذمہ داریاں پوری کر سکے۔

اپنی ذمہ داریوں کو پُورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو مردوں کو عورتوں کے مقابلہ میں زیادہ حقوق دیئے ہیں۔ اس میں عورتوں کی تذلیل کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ وہ دوسرے درجہ کی شہری نہیں بن جاتیں۔ یہاں عورت اور مرد کے بنیادی حقوق میں فرق نہیں پڑتا۔ عورت مرد کی محکوم اور غلام نہیں بن جاتی عورت کا احترام اسی طرح برقرار رہتا ہے جس طرح دوسرے انسانوں کا۔ فرق صرف انتظامی معاملات میں حقوق کا ہے۔

حقوق میں متناسب مساوات ہے بالکل اسی طرح جس طرح ہمارے دو ہاتھ ہوتے ہیں۔ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ کام کرنے میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فوقیت حاصل ہے لیکن اس سے بائیں ہاتھ کی تذلیل نہیں ہوتی۔ دونوں ہاتھ اپنی اپنی جگہ لازم و ملزوم ہیں دونوں مل کر کام کرتے ہیں۔ اگر بائیں ہاتھ کو کاٹ دیا جائے تو آدمی معذور ہو جاتا ہے۔ خاندان کی تعمیر میں یہ ہی حالت عورت اور مرد کی ہے — مرد خاندان کا سربراہ ہوتا ہے۔ ایک مملکت میں دو حکمران نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح ایک گھر میں دو حکمران نہیں ہو سکتے۔ خاندان کا سربراہ ہونے کی حیثیت میں وہ خاندان کی عورتوں اور بچوں کے بارے میں ذمّہ دار ہونے کی وجہ سے جواب دہ بھی ہوتا ہے۔

کسی بھی جمہوری مملکت میں تمام شہریوں کے حقوق مساوی ہوتے ہیں، لیکن جب قوم اپنے میں سے کسی ایک فرد کو اپنا سربراہ چن لیتی ہے اور اس کے کاندھوں پر ذمہ داری اور جواب دہی کا بھاری بوجھ پڑ جاتا ہے تو اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے خود قوم ہی اس کو غیر معمولی اختیارات بھی سونپ دیتی ہے۔ اس ملک کا کوئی بھی شہری اس اختیارات کی تفویض سے سربراہ کے سامنے نہ عضو معطل ہو جاتا ہے نہ ذلیل۔

عورتوں کو بھی کئی طرح مردوں پر برتری حاصل ہے کیا یہ عورت کی مرد پر برتری نہیں ہے کہ وہ نو ماہ تک اپنے خون سے بچہ کا جسم بناتی ہے پھر اس کی پیدائش کے وقت موت وزیست سے دوچار ہوتی ہے۔ پھر دو سال تک اپنی غذا کا ایک معتد بہ حصّہ دودھ بنا کر بچّہ کو پلاتی ہے۔ پھر اس بچہ کو باعمل اور باصلاحیت نوجوان بنا کر قوم کو پیش کر دیتی ہے۔ کیا کوئی مرد یہ تخلیقی کام کر سکتا ہے۔ عورت کی یہی ایک بات مرد کی تمام ذمہ داریوں اور محنتوں سے زیادہ افضل ہے اور عورت کو اپنی اس ذمہ داری کو پورا کرنے پر بجا فخر کرنے کا حق حاصل ہے۔ اولاد کی پرورش اور گھر چلانے کا کام ہمہ وقتی کام ہے جس میں جمعہ یا اتوار کی چھٹی نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کو کسب معاش کی ذمہ داریوں سے آزاد کر کے اس کے نان نفقہ کی ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے۔ عورت کو گھر میں رکھنا اس کو غلام یا قیدی بنانا نہیں ہے۔ یہ تو نسل انسانی کے تسلسل کے قیام اور معاشرے و تہذیب کی تشکیل کے لئے تقسیم کار ہے۔

مرد کو بچوں کی پرورش اور گھر کے داخلی کاموں سے فراغت دلا کر افراد خاندان کی ضروریات زندگی فراہم کرنے اور ان کی حفاظت کے لئے

اس کا جدا دائرہ کار مقرر کر دیا ہے، جبکہ عورت کو گھر کی ملکہ بنا دیا گیا ہے تاکہ وہ کسب معاش سے بے فکر ہو کر گھر بنائے۔ بچوں کی پرورش اور تربیت کرے۔ عورت کو یہ سب کام مرد کی سربراہی میں ہی کرنے ہوتے ہیں اور عورت گھر کے معاملات میں ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے شوہر کے سامنے جواب دہ ہے۔

"مرد اپنے بیوی بچوں پر حکمران ہے اور اپنی رعیت میں اپنے عمل پر اللہ کے سامنے جواب دہ ہے۔" (حدیث)

"عورت اپنے شوہر کے گھر کی حکمران ہے اور وہ اپنی حکومت کے دائرہ میں اپنے عمل کے لئے جواب دہ ہے" (حدیث)

مردوں کو عورتوں پر جن باتوں میں برتری عطا کی گئی ہے ان میں سے موٹی موٹی باتیں یہ ہیں :-

❊- اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کی طرح علیحدہ سے پیدا نہیں کیا بلکہ حوا کو آدم سے پیدا کیا۔

❊- اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا حوا کو نہیں۔

❊- اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ بنایا حوا کو نہیں۔

❊- اللہ تعالیٰ نے پیغمبری کے لئے مردوں کو ہی منتخب کیا عورتوں کو نہیں۔

❊- مرد کو حق دیا کہ وہ اپنی مرضی سے چار تک شادیاں کر سکتا ہے عورت کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ بیک وقت ایک سے زائد شوہر رکھ سکے۔

❊- عورت نماز کی امامت نہیں کر سکتی نہ سربراہ مملکت ہو سکتی ہے۔

❊- مرد کو حق طلاق دیا عورت کو نہیں۔ عورت حق خلع میں اپنی مرضی سے خلع نہیں لے سکتی۔ خلع قاضی کے روبرو ہوگا اور شوہر کو کچھ دے کر یا مہر معاف کر کے۔

⁂ - مرد کو وراثت میں عورتوں کے مقابلہ میں دوگنا حصہ دیا، گواہی میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر رکھی۔ عہد نبوی اور خلافت راشدہ کے دور میں متقی، قابل اور بہادر عورتوں کی کمی نہ تھی لیکن ان کو انتظامی اور دوسرے امور میں کوئی چھوٹا سا بھی عہدہ نہیں دیا گیا۔

مرد کو بطور قوام عورت کی سرزنش کا حکم

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ۝

(النسآء ۴ آیت ۳۴)

اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ۔ خوابگاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اور مارو پھر اگر وہ تمہاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لئے بہانے نہ تلاش کرو۔

اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ج

(النساء ۴، آیت ۱۹)

اگر وہ (تمہاری بیویاں) کسی صریح بدچلنی کی مرتکب ہوں (تو ضرور تمہیں ان کو تنگ کرنے کا حق ہے)

مردوں کو سربراہ ہونے کی حیثیت سے عورتوں کی تربیت اور ان کو بری باتوں اور نافرمانیوں پہ ٹوکنے اور سرزنش کا حق دیا گیا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح پولیس آفیسر کو خطاکار شہریوں کو گرفتار کرنے، پوچھ گوچھ کرنے اور سزا دینے کا حق دیا جاتا ہے۔ اس کا مقصد ظلم نہیں بلکہ انصاف ہے۔

ایسی عورتیں جو نافرمان، سرکشی اور بداخلاق و بددماغ ہوں حکم ہے کہ پہلے ان کو سمجھاؤ اگر نہ مانیں تو ان کو اپنی خوابگاہوں سے علیحدہ کردو۔ اگر وہ اس پر

بھی راہ راست پر نہ آئیں تو پھر ان کو سزا دو۔
"سنو! عورتوں کے متعلق بھلائی کی تاکید کا حکم قبول کرو، کیونکہ وہ تمہارے ہاں قیدی ہیں (تمہارے گھروں میں تمہاری نگرانی اور سرپرستی میں رہتی ہیں) اس کے سوا تم ان کی کسی چیز کے مالک نہیں ہو۔ اگر وہ کھلی ہوئی نافرمانی پہ اتر آئیں تو معمولی تنبیہ کرو۔ بستر پہ تنہا چھوڑ دو۔ اطاعت کر لیں تو پھر زیادتی کی ضرورت نہیں۔ سنو! تمہاری عورتوں پہ تمہارے حقوق ہیں اور اسی طرح تمہاری عورتوں کے تم پر۔ تمہارے حق یہ ہیں۔ ان کو تمہارے بستر پر نہ بیٹھنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو۔ تمہارے گھروں میں ان کو نہ بلائیں جن کا آنا تمہیں پسند نہیں اور یہ تم پر ان کا حق ہے کہ تم ان کو کپڑے اور کھانا دیتے رہو اور احسان کرو" (حدیث)

"تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو اس طرح نہ پیٹے جس طرح غلام کو پیٹا جاتا ہے اور پھر دوسرے روز جنسی میلان کی تکمیل کے لئے ان کے پاس پہنچے" (حدیث)

"ان عورتوں کو اس طرح مارو کہ جلد نہ کھلے" (حدیث)

"تم جب کھاؤ اس کو بھی کھلاؤ، تم جب پہنو اس کو بھی پہناؤ، اس کے چہرے پہ نہ مارو، نہ برا بھلا کہو اور نہ (بلا وجہ) جدائی اختیار کرو۔ اس کا موقع آئے بھی تو یہ گھر ہی میں ہو" (حدیث)

ان احادیث میں عورت سے بھلائی اور احسان کرنے کی تاکید ہے اور بد مزاج، نافرمان، بداخلاق عورت سے حتی الامکان نباہ کرنے کی ترغیب بھی، کیونکہ بدمزاج عورت کی بدمزاجی دور نہیں کی جا سکتی اس کو طلاق ہی دی جا سکتی ہے۔ خاص حالات میں اگر ہدایت کے لئے سرزنش ضروری

ہو جائے اور سمجھانے اور بستر سے علیحدہ کر دینے سے کام نہ بنے اور مارنا ناگزیر ہو جائے تو ننگے جسم پہ نہ مارو، چہرے پر نہ مارو، بے دردی سے نہ پیٹو اور یہ سب مار پیٹ اس طرح ہو کہ دوسرے لوگوں کو اس کا علم نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اس دنیا کو اس حقیقت سے روشناس کرایا کہ جذبات کی فراوانی، حیات کی نزاکت اور انتہا پسندی کی طرف میلان عورت کی فطرت ہے۔ یہ بات عورت کا عیب نہیں بلکہ اس کا حسن ہے۔ پس عورت کی فطرت سے فائدہ اسی وقت اُٹھایا جا سکتا ہے جبکہ اس کو اس کی فطرت پہ قائم رہنے دیا جائے۔ اگر سختی سے اسے سیدھا کرنے کی کوشش کی تو یہ بگاڑ کو دعوت دینا ہے۔

"عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ بالکل سیدھی ہرگز نہ ہوگی۔ اس سے فائدے کے حصول کی خواہش ہو تو اس کی کجی کے ساتھ فائدہ اٹھاؤ۔ اور اگر اس کو بالکل سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے اور اس کو توڑنا اس کو طلاق دینا ہے" (حدیث)

عورت مرد کے سکون کے لئے ہے

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا

(الاعراف ع۷، آیت ع۱۸۹)

وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ اس کے پاس سکون حاصل کر سکے۔

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّن بُيُوتِكُمْ سَكَنًا (النحل ع۱۶، آیت ع۸۰)

اللہ نے تمہارے گھروں کو (تمہارے لئے) جائے سکون بنایا۔

حضرت آدم علیہ السلام خلافت ارضی کے تاجدار اور مسجود ملائکہ ہونے کے باوجود اپنے خانۂ دل کو آباد کرنے کے لئے کسی مونس کے محتاج رہے

اپنی تنہائی کی وحشت دُور کرنے کے لئے کسی کی رفاقت کے پیاسے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی رفاقت کے لئے ان ہی جیسا دُوسرا مرد پیدا نہیں کیا بلکہ عورت کو پیدا کیا تاکہ مزاج اور صلاحیتوں کے لحاظ سے ایک دوسرے کی تکمیل کر کے باعث تسکین ہوں۔

مرد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے گھروں کو اور عورت کو جائے سکون بنایا ہے۔ گھر جائے سکون عورت کی وجہ سے ہوتا ہے بغیر عورت کے گھر ہوٹل یا کیمپ ہی ہوتا ہے۔ اگر گھر میں ایک محبت کرنے والی سلیقہ شعار عورت ہو تو وہ گھر جنت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ عورت کا فرض ہے کہ مردوں کے لئے گھر کو جائے سکون بنائے

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرہ ع۲، آیت ۱۸۷)

وہ (تمہاری بیویاں) تمہارے لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔

عورت اور مرد ایک دوسرے کا لباس ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے لئے اتنے نزدیک ہوتے ہیں جس طرح جسم سے لباس۔ وہ ایک دوسرے کے راز اور عیبوں کو چھپاتے ہیں جس طرح لباس چھپاتا ہے۔ وہ ایک دوسرے کے محافظ ہوتے ہیں جس طرح جسم کی حفاظت لباس کرتا ہے۔ شوہر اور بیوی میں لباس اور جسم کے تقرب کی یہ بہترین مثال ہے کہ وہ کس طرح ایک دوسرے کے آرام و آسائش کا خیال رکھتے ہیں اور سکون حاصل کرتے ہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ط
(الروم ع۳، آیت ع۲۱)

ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم اُن کے پاس سکون حاصل کرسکو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی۔

عورت کی تخلیق کی ایک وجہ مرد کے لئے تسکین ہے۔ محض جنسی تسکین نہیں بلکہ ہر قسم کی تسکین و آرام جس میں مرد اور عورت مل کر انسانی نسل چلا سکیں اور ایک خاندان کی بنا ڈالیں۔ مرد اور عورت مل کر اولاد کی پرورش اور تربیت کرتے ہیں اور اپنی اپنی ذمہ داریاں اُٹھا کر ایک دوسرے کے لئے باعث راحت بنتے ہیں اس لئے کہ مرد اور عورت ایک دوسرے سے سکون حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے محبّت کا جذبہ رکھ دیا ہے۔ عورت میں مرد کے لئے اور مرد میں عورت کے لئے دائمی جنسی کشش رکھدی ہے جس کی وجہ سے وہ خود بخود ایک دوسرے کی طرف کھنچتے ہیں اور سکون حاصل کرتے ہیں۔ مرد عورت کا طلبگار ہے تو عورت مرد کی متمنی۔ دونوں ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○
(الذٰریٰت ع۵۱، آیت ع۴۹)

اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے شاید کہ تم اس سے سبق لو

دراصل اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کی مشین زوجیت کی بنا پر تشکیل کی ہے خواہ وہ جاندار ہوں یا بے جان۔ کائنات کے تمام کل پرزے زوجیت ہی کی شکل میں پائے جاتے ہیں۔

زوجیت اصل میں یہ ہے کہ ہر نوع میں اس کا ایک جز فاعل ہوتا ہے اور دوسرا مفعول۔ تاثر ڈالنے والا اور تاثر قبول کرنے والا اور اسی تاثر اندازی

اور تاثر پذیری سے دونوں میں تعلق پیدا ہوتا ہے۔ یہ زوجیت جوہر (ایٹم) کے مثبت اور منفی برق پاروں (الیکٹرون اور پروٹون) میں بھی ہوتی ہے اور خود جوہروں میں بھی جن کے باہمی میلان سے مختلف مرکبات وجود میں آتے ہیں۔ زوجیت نباتات اور حیوانات میں بھی ہوتی ہے۔ ایسے ابتدائی نباتات اور حیوانات جو بظاہر بغیر زوجیت کے تولید کرتے ہیں ان کے خلیات کے کروموسومس بھی وقت تولید جوڑے جوڑے ہو جاتے ہیں۔

زوجیت ہی ارتقاء، بقائے نوع اور تولید کا سبب ہے؛ البتہ انواع کے فطری تقاضوں کے لحاظ سے ان کا باہمی نوعی تعلق مختلف ہوتا ہے۔

زوجین میں فاعل کی طبیعت کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں شدت اور تحکم ہو جس کو مردانگی کہہ سکتے ہیں اور اس کو ایسا ہی ہونا بھی چاہیئے؛ کیونکہ یہ اس کے فعل کے لحاظ سے ضروری ہے اسی طرح منفعل کی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں نرمی، نزاکت اور اثر پذیری ہو جس کو نسوانیت کہہ سکتے ہیں اور اس کو ایسا ہی ہونا بھی چاہیئے؛ کیونکہ یہ اس کے فعل کے لحاظ سے ضروری ہے۔ دونوں میں ایک دوسرے کے لئے کشش ہوتی ہے۔

اب فاعلی جز (مرد) کو بڑی چیز سمجھنا اور منفعل جز (عورت) کو فروتر قرار دینا یا پھر فاعل اور منفعل اجزاء کو ایک جیسا سمجھ لینا یا منفعل جز کو فاعل جیسا اور فاعل جز کو منفعل جیسا تصور کر لینا جہالت ہی کہلا سکتی ہے۔ ہر ایک کا اپنا اپنا مقام ہے۔

حیوانوں میں جنس کا مقصد محض بقائے نوع ہے۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ اس کے برعکس انسان میں جنسی جذبہ دوسری انواع سے بہت زیادہ ہے۔ اس کے لئے موسم کی کوئی قید نہیں۔ ان میں یہ میلان دائمی ہوتا ہے۔ ان میں صنفی کشش غیر محدود ہے۔ یہ صنفی کشش کبھی کبھی عشق کا درجہ بھی اختیار کر لیتی ہے

اور یہ جذبہ اتنا قوی ہے جس کے تحت انسان اتنا مغلوب ہو جاتا ہے کہ اپنی جان تک کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ یہ جذبۂ محبت اور عشق جو انسان کی خصوصیت ہے محض بقائے نوع اور تولید و تناسل کے لئے نہیں ہے بلکہ ایک دائمی قلبی اور روحانی تعلق کا مطالبہ کرتا ہے۔

یہ جذبہ انسان میں اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ انسان کا بچہ عام حیوانات کے بچوں سے وقت پیدائش زیادہ کمزور، معذور اور بے بس اور بے علم ہوتا ہے۔ بطخ کا بچہ انڈے سے نکلتے ہی پانی میں تیرنے لگتا ہے۔ مرغی کا بچہ پیدا ہوتے ہی خود بخود ٹھونگیں مار کر دانے چگنے لگتا ہے۔ گائے کا بچہ پیدا ہونے کے چند لمحوں بعد ہی اپنے پیروں پہ کھڑا ہو جاتا ہے جبکہ انسان کا بچہ ہر بات رفتہ رفتہ سیکھتا ہے۔ موجودہ دور میں انسانی بچے کی سیکھنے اور صحیح معنوں میں اپنے پیروں پہ کھڑے ہونے کی عمر ۲۵ سال تک جا پہنچی ہے تب جا کر وہ بغیر ماں باپ کی مدد کے اپنی آزاد زندگی گزارنے کے قابل ہوتا ہے۔

پس عورت اور مرد میں جذبہ محبت سے مقصود یہ ہے کہ ان کا تعلق دائمی ہو۔ محض جنسی تسکین تک محدود نہ رہے بلکہ ان کا تعلق ایک خاندان کی تشکیل کا ذریعہ بن جائے تاکہ نظام تمدن وجود میں آئے اور انسانیت اخلاقی اور روحانی طور پہ ترقی کرے۔ فطرت نے یہ جنسی چاٹ تعمیر تمدن ہی کے لئے لگائی ہے۔ لیکن آزاد شہوت رانی حیوانیت محض ہے اور اس جذبہ کو حد سے زیادہ کچل دینا (سنیاس برہمچریہ، رہبانیت) فطرت سے جنگ کرنا ہے۔

"گھر کو جنت یا دوزخ بنانا عورت کا کام ہے" (حدیث)

عورت مرد کے زخم کی پٹی ہے (حکیم لقمان)

پس تشکیل خاندان اور ترقی تمدن کے لئے لوگوں کو ان کی بیویاں اور

بچے اللہ تعالیٰ نے خوش آئند بنائیے ہیں اور ان میں ایک دوسرے کے لئے محبت کا جذبہ رکھ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وراثت میں صرف خونی رشتہ دار ہی حصہ دار بنائے گئے ہیں اور یہ ماں کو دی ہوئی اولاد کی محبت ہی ہے کہ وہ بچوں کی پرورش میں سخت سے سخت تکلیف برداشت کرلیتی ہے۔

عورت کی تخلیق افزائش نسل کے لئے ہے

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَّمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ (الشوریٰ ع۴۲، آیت ع۱۱)

اللہ نے تمہارے لئے خود تمہیں میں سے جوڑے بنائے اور جانوروں میں بھی جوڑے بنائے۔ اس طرح سے وہ تمہیں روئے زمین پر پھیلاتا ہے"

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُم بَنِينَ وَحَفَدَةً

النحل ع۱۶، آیت ع۷۲

اللہ نے تمہارے لئے تمہاری ہی ہجنس بیویاں بنائیں اور اس نے ان بیویوں سے تمہیں بیٹے اور پوتے عطا کیے"

نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ص

(البقرہ ۲، آیت ع۲۲۳)

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں

عورت کی تخلیق کا اصل مقصد نسل کشی ہے اور وہ بطور ایک کھیت کے ہے جس میں فصلیں اگائی جاتی ہیں۔ عورت کا اصلی فریضہ بچوں کی پیدائش اور ان کی پرورش ہے جس طرح کھیت کی مٹی میں پودے اُگتے اور پرورش پاتے ہیں۔ یہ جنسی تفاوت عین رحمت الٰہی ہے۔

نوع بشر کی دونوں صنفیں عورت اور مرد اپنی اپنی مخصوص جسمانی ساخت

اور جذباتی انداز رکھنے کے باوجود ایک دوسرے سے حیرت انگیز مماثلت رکھتے ہیں؛ تاہم اللہ تعالیٰ نے تمام مردوں اور تمام عورتوں کو ایک جیسا نہیں بنایا ہے ان کے درمیان اور خود ہر صنف کے درمیان بے شمار فرق رکھے ہیں۔

انسانی معاشرے کی ساری گوناگونی ان ہی امتیازات کی بنا پر ہے اگر سب مرد اور سب عورتیں ایک جیسی ہی ہوتیں تو کوئی تہذیب وجود میں نہ آتی۔ ہر فرد اپنی کھال میں مست ہوتا، کوئی تقسیم کار نہ ہوتی، عورت حمل کا بوجھ کیوں اُٹھائے پھرتی۔ پیدائش کی تکلیف کیوں برداشت کرتی۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ (الانعام ع۲، آیت ۱۶۵)	اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلہ میں زیادہ بلند درجے دیئے تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں (اللہ) تمہاری آزمائش کرے۔"

یہ مختلف صلاحیتیں، مواقع اور درجات جو لوگوں کو عطا ہوئے ہیں ان کا مقصد معاشرہ، خاندان اور تہذیب کو وجود میں لانا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ وہ ان صلاحیتوں اور درجات سے معاشرے کی بہبود کے لئے کیا کرتا ہے۔ اور برتر ہونے کی صورت میں کتنا اللہ کا شکر ادا کرتا ہے جس کو جتنا بڑا درجہ عطاء ہُوا ہے اس کا امتحان بھی اتنا ہی سخت ہے۔

رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ (طٰہٰ ع۲۰، آیت ۵۰)	ہمارا اللہ وہ ہے جس نے ہر شئے کو اس کا مکمل وجود عطاء فرمایا۔ پھر اسے اپنے فرائض بجا لانے کی ہدایت کی۔"
إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ۔ (القمر ع۵۴، آیت ۴۹)	ہم نے ہر چیز کو ایک اندازہ خاص پہ پیدا کیا ہے"

عورتوں کی اسمبلی

یہ نرگس، یہ نسریں، یہ پروین، وہ لالہ — وزارت کی "ہر ممبرن" مہ جمالا
سپیکر کی کرسی پہ اک ساٹھ سالہ — وہ گٹھڑی سی بیٹھی ہے ملت کی خالہ

ہراساں ہیں اس سے بُڑا ہو کہ آپا !
بڑھاپا، مگر کس بلا کا بڑھاپا !

ادا سے وہ شانوں پہ آنچل اُچھالے — ادھر سے اُدھر مست زلفوں کو ڈالے
میاں اور بچے خدا کے حوالے — حسیں ہاتھ میں نرم فائل سنبھالے

"وزیر اعظمن" ناز فرما رہی ہے !
کہ جیسے چمن میں بہار آ رہی ہے !

مسائل پہ ایسے گرفتار ہیں سب — کہ بس لڑنے مرنے پہ تیار ہیں سب
فسوں کار ہیں سب، طرحدار ہیں سب — برابر برابر کی سرکار ہیں سب

نہ یہ سُن رہی ہے نہ وہ سُن رہی ہے
یہ "ڈل" بُن رہی ہے وہ جال بُن رہی ہے

اللہ تعالیٰ نے جاندار مخلوق کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے اور پھر ہر گروہ کے لئے خاص خاص فرائض اور وظائف مقرر کر دیئے ہیں اور ان فرائض کی انجام دہی کے لئے اسی کی مناسبت سے ان کو اعضاء اور جسمانی و دماغی قابلیت بھی عطا کی ہے۔ ایک ہی گروہ کے نر اور مادہ میں ان کے تقسیم کار کے لحاظ سے اعضاء اور جبلت میں فرق رکھا ہے۔ کوئی جاندار اپنی جبلت اور جسمانی اعضاء کی مقرر کردہ حدود سے بغیر گروہی زندگی کی بیخ کنی کئے تجاوز نہیں کر سکتا۔

پس آدمی آدمی، عورت عورت اور مرد و عورت میں فرق اور اسی لحاظ سے ان کے دائرہ کار میں فرق ہونا عین حکمت رب السمٰوٰت ہے اور ہمارے لئے باعث رحمت ہے۔

عورت کا دائرہ کار، نسل کشی اور بچوں کی پرورش، مرد کے دائرہ کار سے جُدا ہے جس پر اہل خاندان کی ضروریات پُوری کرنا ہے۔ عورت اور مرد کو اسی قسم کے اعضاء، اعصاب اور فطرت عطاء ہوئی ہیں تاکہ وہ اپنے اپنے فرائض بطور احسن پُورا کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد میں جو فرق رکھا ہے اور ان کے جو دائرہ کار مقرر کئے ہیں ان کو مٹا کر عورت اور مرد کو برابر کر دینا اور ان کے دائرہ کار بھی ایک جیسے مقرر کر دینا نہ فقط فطرت کے خلاف ہے بلکہ انکار حکم الٰہی بھی ہے۔ فطرت سے بغاوت ایسی ہی ہے جیسے پہاڑ سے ٹکرانا اس میں خود معاشرے کا بگاڑ ہے۔ اپنے پیروں پر خود کلہاڑی چلانا ہے۔ قوانین قدرت اسی طرح جاری و ساری رہیں گے۔ ان پر انسانی بغاوت کا کچھ اثر نہ ہوگا جس معاشرے میں بھی مرد اور عورت کو فرائض زندگی میں مساوی کرنے کی کوشش کی

گئی ہے اس میں بگاڑ اور ابتری ہی پھیلی ہے۔

عورتوں کو اعتراض ہے کہ مردوں نے (اللہ نے نہیں) عورت کو گھر اور بچوں میں پھنسا کر اور ان پر کسب معاش کے دروازے بند کر کے ان کو اپنا غلام بنا لیا ہے۔ ایسا خیال اللہ تعالیٰ کے احکامات سے بغاوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو عورتوں پر احسان عظیم کیا ہے کہ ان کو کسب معاش اور باہر کی دنیا کی کشمکش سے بالکل آزاد کر دیا ہے تاکہ وہ دل جمعی سے اپنی اہم ذمہ داری میں مشغول رہ سکیں اور معاشرے کو تندرست، جفاکش، ذہین اور صالح افراد مہیا کریں اور گھروں کو اہل خانہ کے لئے جائے سکون بنائیں۔

کسی قوم کی ترقی، برتری اور عزت کا اصلی سبب اس کا چاندی سونا، مال و دولت نہیں ہوتی بلکہ قوم کا اقبال اور ترقی اس قوم کے تندرست و توانا، تعلیم یافتہ ہنرمند، با اخلاق اور ذہین بچوں سے ہوتی ہے۔ مبارک ہیں وہ مائیں جنہوں نے ایسی صفات کے حامل بچے معاشرے کو دیئے جن میں سعد بن وقاص، خالد بن ولید، عمرو بن عاص، طارق بن زیاد، صلاح الدین ایوبی اور محمود غزنوی جیسے بہادر جنرل اور امام مالک، امام حنبل، امام شافعی اور امام ابو حنیفہ جیسے فقیہہ اور ابوالہیثم، رازی، فارابی اور ابو سینا جیسے مفکر فرزند ہیں۔

آجکل کی آزادی کی خواہاں مائیں تو صرف ماڈرن ہیرو، ہپی، منشیات کے رسیا، تخریب کار اور احساس کمتری کے شکار بچے ہی قوم کو دے سکتی ہیں۔

اگر کوئی عورت تنگدستی کی وجہ سے کوئی کام یا ملازمت کرے تاکہ شوہر کی کمائی اور اس کی کمائی سے گھر کے حالات بہتر ہو جائیں تو اسلام اس کی ممانعت نہیں کرتا لیکن ایسا کرنا عورت کا مرد پر احسان نہ ہوگا۔ عورت کی اپنی ذمہ داری ہوگی۔ بشرطیکہ یہ کسب معاش کا طریقہ ایسا ہو کہ گھر کی اور اولاد کی

ذمہ داری پس پشت نہ ڈالی جائے۔

عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ آسودہ حال خاندانوں کی عورتیں زیادہ ملازمت کی طرف مائل ہیں اور ملازمت اختیار کر لینے کے بعد گھر اور اولاد سے بالکل لاتعلق ہو جاتی ہیں۔ بچوں کو ملازموں اور آیاؤں پہ چھوڑ دیتی ہیں یا ان کی گلیوں میں گھومنے کے لئے آزاد چھوڑ دیتی ہیں۔ ان کی فاضل کمائی ملازمین پر خرچ ہو جاتی ہے یا نت نئے فیشن اپنانے پہ اور افراد خاندان کو اس سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا، البتہ بچے ماں کی محبت کی پیاس کا شکار ہو کر احساس محرومی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ تربیت کے لحاظ سے استادوں اور ملازموں کے ہاتھ خود سر ہو جاتے ہیں اور اس طرح اولاد کے بگاڑ سے معاشرہ تباہ ہونے لگتا ہے۔

آج کل کے نوجوانوں کی سرکشی، بڑوں سے بدتہذیبی اور ان میں توڑ پھوڑ کا رجحان والدین کی اولاد سے اسی لاپرواہی کا نتیجہ ہے۔ اولاد ماں باپ کے لئے رحمت کے بجائے زحمت بن جاتی ہے اولاد کے لئے ماں باپ غیر ہو جاتے ہیں۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ (اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو) کا حکم عورتوں کو اسی لئے دیا گیا ہے اور اسی وجہ سے عورتوں پر نماز جمعہ واجب نہیں۔ پنج وقتہ نماز با جماعت لازم نہیں، جہاد فرض نہیں۔ ان کو ضرورت کے تحت ہی گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہے۔

"اللہ تعالیٰ تمہیں اجازت دیتا ہے کہ تم اپنی ضرورت کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہو" (حدیث)

گھر سے باہر نکلنے کی اجازت اس طرح سے کہ چادر سے سر، سینہ، دھڑ سب ڈھک جائے۔ زینت چھپی رہے، خوشبو نہ لگائی ہو، چال سے زیور کی جھنکار پیدا نہ ہو، غیر مردوں سے ضرورت پڑنے پر مختصر اور سنجیدگی سے بات کی جائے

رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ کھڑے ہو کر ان کا استقبال فرماتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ اسلام نے عورت کے احترام کا یہ ہی درجہ دیا ہے۔

اسلامی معاشرے میں عورت کو مرد پر احترام کے لحاظ سے سبقت حاصل ہے۔ ماں کو باپ پر تین درجہ برتری حاصل ہے اور نیک بیوی شوہر کے لئے دُنیا کی نعمتوں میں سب سے افضل بتائی گئی ہے۔

"جس شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہو پھر وہ نہ تو اسے کوئی ایذا پہنچائے اور نہ اس کی توہین کرے نہ ناقدری کرے اور نہ محبت اور برتاؤ میں لڑکوں کو ان پر ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ لڑکی کے ساتھ اس حسن سلوک کے بدلے میں اس کو جنت عطاء فرمائے گا۔" (حدیث)

"لینے دینے، کھانے پلانے میں سب اولاد کے ساتھ مساوات اور برابری کا برتاؤ کرو۔ اگر اس معاملہ کسی کو ترجیح دینا ہو تو لڑکیوں کو ترجیح دینا۔" (حدیث)

"جس گھر میں عورت نہیں وہاں سعادت کے فرشتے قدم نہیں رکھتے۔" (ذوالقرنین)

نکاح

عرب میں اور تقریباً ساری دُنیا میں ہر جگہ نکاح کا وہ معروف اور مستحکم طریقہ نہ تھا جس کو اسلام نے جاری کیا۔ والدین یا سرپرست ایک لڑکی کو ایک مرد کے حوالے کر دیتا اور وہ لڑکی اس مرد کی بیوی بن جاتی۔ اکثر اوقات والدین یا اس کے وارث لڑکی کے عوض اس کے ہونے والے شوہر سے

لڑکی کی قیمت بھی وصول کر لیا کرتے تھے جو لڑکی کے حسن اور صحت کے اعتبار سے طے کی جاتی تھی۔ عرب میں نکاح کا یہ عام طریقہ تھا۔ آج بھی افغانستان اور پاکستان کے قبائلی علاقوں میں والدین لڑکی کی قیمت (طویانہ) دولہا سے وصول کرتے ہیں۔ ہندوستان کی قدیم اقوام میں لڑکی کو بزور بھگا لے جانا عام رواج تھا۔ آج بھی دھوم دھام سے بارات چڑھانا اسی رسم کی یادگاری شکل ہے۔

عرب میں نکاح کی ایک اور شکل تھی جس کو استضاع کہتے ہیں۔ یہ کسی صحت مند، خوبصورت اور اعلیٰ خاندان کے شخص کا تخم لے کر اس کی اولاد کو اپنے خاندان میں لے لینے کا رواج تھا۔ عورت کا شوہر اپنی بیوی سے کہتا کہ جب تیرا حیض کا خون بند ہو جائے تو پاکی حاصل کر کے تو فلاں مرد کے پاس چلی جا اور اس سے ہم بستر ہو۔ جب اس عورت کو اس مرد سے حمل ظاہر ہو جاتا تو وہ اپنے پہلے شوہر کے پاس چلی آتی۔ ایسا اس لئے کیا جاتا کہ اولاد خوبصورت اور نجیب ہو جائے۔ ہندوستان میں بھی جب کبھی عورت کا شوہر فرائض شوہریت سے قاصر ہوتا یا اس کے اولاد نہ ہوتی تو وہ اپنی بیوی کو کسی دوسرے مرد سے تعلقات قائم کرنے کی اجازت دے دیتا اور اس طرح سے با اولاد ہو جاتا۔ مغربی ممالک میں بھی اب بیوی کو شوہر کے علاوہ اپنے دوسرے دوستوں سے ازدواجی تعلق رکھنے پر شوہر کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔

ایران اور عرب میں نکاح کی ایک اور شکل تھی جس کو متعہ کہتے ہیں۔ اس میں ایک عورت اور ایک مرد نجی طور پر کچھ عرصہ کے لئے میاں بیوی کے طور پر رہنے کا معاہدہ کر لیتے تھے جس کے عوض مرد عورت کو ایک طے شدہ رقم دے دیتا تھا۔ ایسا نکاح مقررہ مدت کے بعد ختم ہو جاتا اگر اس مدت میں عورت حاملہ ہو جاتی تو بچہ ماں کے ہی پاس رہتا۔ یہ طریقہ زنا بہ رضا ہے جیسا کہ

آج کل کے اوباش بالاخانوں پر عورتوں کے پاس جاتے ہیں اور ان کی فیس ادا کر کے کچھ وقت کے لئے بطور میاں بیوی لطف اندوز ہوتے ہیں۔ متعہ کا رواج آج بھی ایران اور شیعوں میں رائج ہے۔ اسلام کے مکی دور تک جاری تھا، لیکن درج ذیل آیت کی رو سے حرام قرار دیدیا گیا۔

"متعہ ابتدائے اسلام میں تھا مرد جب کسی شہر میں جاتا اور وہاں اس کی شناسائی نہ ہوتی تو وہ اپنی مدت قیام کے لئے کسی عورت سے متعہ کر لیتا۔ وہ عورت اس کے مال وسامان کی بھی حفاظت کرتی اور کھانا بھی پکاتی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝

(المؤمنون ع ۲۳، آیت ع ۴)

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، لیکن اپنی بیویوں اور اپنی شرعی لونڈیوں سے متمتع ہوتے ہیں ان پر کوئی الزام نہیں۔ ہاں جو ان کے علاوہ اور جگہ شہوت رانی کا طلبگار ہو ایسے لوگ حد شرعی سے نکلنے والے ہیں)

"تو نکاحی بیویوں اور لونڈیوں کے سوا تمام عورتیں حرام قرار دے دی گئیں،، (عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے کو ممنوع قرار دیا"

(حدیث۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ متفق علیہ)

"جو عورتیں گواہوں کے بغیر نکاح کر لیتی ہیں وہ زنا کرنے والی ہیں"

(حدیث۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ مشکوٰۃ)

اسلام میں نکاح کا مقصد افزائش نسل، تربیت و پرورش اطفال کے علاوہ حفاظت، عفت و عصمت اور مرد و زن کے باہمی سکون کے لئے ہے۔ یہ مرد اور عورت کے درمیان ایک مستقل معاہدہ ہے جو کم از کم دو گواہوں کے سامنے کیا جائے، کیونکہ اس کی تشہیر ضروری ہے۔ اس معاہدہ کو پختہ کرنے کے لئے عورت کے لئے مہر مقرر کیا جاتا ہے۔

نکاح مرد اور عورت کے درمیان خاندان کی بنا ڈالنے اور ایک ساتھ زندگی گزارنے کا ایک معروف قانونی معاہدہ ہے جس کو طلاق یا خلع کے ذریعہ توڑا بھی جا سکتا ہے اور فریقین میں سے کسی ایک کی موت پر خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ معاہدہ نکاح کی ایک لازمی شرط یہ ہے کہ یہ خفیہ نہ ہو۔ معروف طریقہ سے کیا جائے اور اس کو شہرت دی جائے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ معاہدہ نکاح کو لکھ کر کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب کوئی معاہدہ کیا کرو تو لکھ لیا کرو اور اس پر گواہ مقرر کر لیا کرو اور دوسری شرط عورت کا مہر ہے۔

فریقین باہمی رضامندی سے معاہدہ نکاح میں دوسری شرائط بھی رکھوا سکتے ہیں۔ عورت اپنے تحفظ کے لئے مخصوص شرائط معاہدہ میں شامل کرا سکتی ہے کہ اس کا شوہر اس کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کرے گا اور اگر کرے گا تو اس کی اجازت کے بغیر نہ کرے گا۔ یا شوہر اپنا حق طلاق بیوی کو تفویض کر دے جس کے بعد شوہر کو طلاق دینے کا حق نہ رہے گا اور بیوی خود کو طلاق دے کر علیحدگی اختیار کر سکے گی اور خلع کی ضرورت باقی نہ رہے گی نہ مہر معاف کرنے کی یا یہ کہ طلاق کے بعد بچے ماں کے پاس رہیں گے اور باپ ان کا خرچہ برداشت کرے گا۔

اسلام میں نکاح احصان کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ حصن قلعہ

کو کہتے ہیں اور شادی شدہ عورت محصنہ کہلاتی ہے گویا عورت کا شوہر اس کے لئے قلعہ کی حیثیت رکھتا ہے اور وہ محفوظ ہو جاتی ہے۔ اس میں جہاں عورت کو معاشرتی اور سماجی تحفظ ملتا ہے۔ یہ تحفظ عورت کے لئے اس کی فطری اور جسمانی کمزوری کی بنا پر محصنہ بڑا خوبصورت اور بامعنی لفظ ہے۔

یہی احساس تحفظ معاشرے کے توازن کو برقرار رکھتا ہے اور اسی سے خاندان کی بنا رکھی جاتی ہے اور معاشرے کو متوازن شخصیت کے افراد مہیا ہوتے ہیں۔ خاندانوں سے قبیلے اور قبیلوں سے قومیں وجود میں آتی ہیں۔ ایک مرد کے لئے اس سے بڑا تحفہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس کے گھر میں ایک نیک اور پاکباز بیوی ہو، شوہر کے نسب اور رازوں کی محافظ ہو، بچوں کو ماتا حاصل ہو اور اس کا گھر جاتے سکون ہو اور ایک عورت کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا ضرورت ہو گی کہ اس کا ایک مرد اپنا ہے جو اس کا محافظ ہے اور اس کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہے۔

اسلام میں نکاح ایک مرد اور ایک عورت کا تا زندگی ساتھ رہنے کا معاہدہ ہے۔ کسی ایک کے فوت ہو جانے پر معاہدہ نکاح ختم ہو جاتا ہے، لیکن عیسائی اور ہندو مذہب میں میاں بیوی کا یہ رشتہ بعد وفات بھی قائم رہتا ہے۔ بیوہ عورت شوہر کی وفات کے بعد بھی اسی کی بیوی رہتی ہے اور وہ دوسری شادی نہیں کر سکتی۔ ہندو عورتیں تو شوہر کے ساتھ جل مرا کرتی تھیں، کیونکہ ان کو معاشرے میں بُری نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ وہ ڈائن اور منحوس بن جاتی تھیں۔

نکاح صرف ایک مرد اور ایک عورت کا مستقل جنسی رشتہ ہی نہیں؛ بلکہ یہ دو خاندانوں کا انضمام بھی ہے جس سے تعلقات اور احسان کا دائرہ بڑھتا ہے دودھیالی اور سسرالی رشتے قائم ہوتے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا ○

(الفرقان ع۲۵، آیت ۵۴)

اور وہ (اللہ) ہی ہے جس نے پانی سے ایک بشر پیدا کیا۔ پھر اس سے نسب اور سسرال کے دو الگ الگ سلسلے چلائے۔ تیرا رب بڑا ہی قدرت والا ہے "

اسلام حیوانوں کی طرح آزاد شہوت رانی سے روکتا ہے۔ مرد کو یہ حق نہیں کہ وقتی جنسی تسکین حاصل کر کے اور بیج بو کر اولاد کی ذمہ داری سے آزاد ہو جائے۔ زانی کی شخصیت حیوانیت سے مغلوب ہو چکی ہوتی ہے اور ایسا شخص معاشرے کا اچھا رکن نہیں بن سکتا۔ اس لئے اسلام نے زنا کو بدترین جرم بنا کر اس پر حد شرعی لگا دی ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً ط وَسَآءَ سَبِیْلًا ○

(بنی اسرائیل ع۱۷، آیت ع۳۲)

زنا کے قریب نہ پھٹکو وہ بہت برا فعل ہے اور بڑا ہی بُرا راستہ۔

اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ص وَّلَا تَاْخُذْکُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ج وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

(النور ع۲۴، آیت ع۲)

زانیہ عورت اور زانی مرد میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملہ میں تم کو دامن گیر نہ ہو اگر تم اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو اور ان کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کا ایک گروہ (عبرت کے لئے) موجود رہے "

اگر زانی مرد یا عورت غیر شادی شدہ ہوں تو ان کی سزا سو سو کوڑے ہیں اور

یہ کوڑے کسی پبلک مقام پر سب کے سامنے لگائے جائیں اور ان پر رحم نہ کھایا جائے لیکن اگر زانی یا زانیہ شادی شدہ ہو تو اس کی سزا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم قرار دی ہے۔ جس میں اس کو سب کے سامنے پتھر مار مار کر مار ڈالا جاتا ہے۔

مغربی قانون میں زنا بہ رضا ایک سرے سے جرم ہی نہیں ہے۔ اس کی نگاہ میں یہ اس وقت جرم ہوتا ہے جبکہ اس کے ارتکاب میں زبردستی اور جبر سے کام لیا گیا ہو، پس مغربی قانون میں زنا جرم نہیں حق تلفی اور جبر جرم ہے۔

جنس از خود کوئی بری، گندی یا ذلیل چیز نہیں ہے اس کا مقصد بقائے نسل ہے۔ اس فطری تقاضے کو روکا بھی نہیں جا سکتا۔ اسلام جنسی فعل کو صرف نکاح کے حصار میں اجازت دیتا ہے جو کہ فریقین کی رضامندی سے مہر ادا کر کے کم از کم دو گواہوں کی موجودگی میں کیا جائے تاکہ سب کو یہ معلوم ہو کہ کون کس کا شوہر ہے اور کون کس کی بیوی ہے۔

البتہ اگر کسی عورت سے بالجبر زنا کیا گیا ہو تو ایسی عورت مظلوم ہے۔ اس میں اس کی کوئی خطا نہیں۔ اس کے لئے کوئی سزا نہیں ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے اس پر کوئی الزام نہیں لگایا جا سکتا۔

وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥

(النور ع ۲۴، آیت ۳۳)

اور جو شخص ان کو (عورت کو) مجبور کرے گا (زنا بالجبر کرے گا) تو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد بخشنے والا مہربان ہے"

اسلام سوائے محرمات کے (ایسی عورتیں جن سے نکاح جائز نہیں) باقی مسلم اور کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ نکاح کے واسطے ادائیگی

مہر کی لازمی شرط رکھ دی گئی ہے ۔ مہر کی مقدار عورت کی حیثیت اور شوہر کی استطاعت پر منحصر ہے ۔ مہر دکھلاوے کے لئے نہیں بلکہ ادائیگی کے لئے ہوتا ہے اس لئے مہر کی مقدار اتنی ہونی چاہیئے جس کو شوہر ادا تو کر سکے لیکن مشکل سے، تاکہ کوئی شخص بار بار مہر ادا کر کے بار بار شادیاں نہ کر سکے۔

اسلام سے کسی عورت کے محرم ہونے کا رواج نہ تھا ۔ افریقہ میں باپ کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے بیٹے اپنی سگی ماں کو چھوڑ کر باپ کی دوسری بیویوں کو اپنی بیویاں بنا لیتے تھے ۔ مصر اور ہندوستان میں سگے بہن بھائی کی شادیاں عام تھیں۔ مصر کی ملکہ کلوپیٹرا نے اپنے سگے بھائی سے شادی کی تھی۔ سندھ کے راجہ داہر نے اپنی سگی بہن سے شادی کی تھی۔

اسلام ایک عورت کو بیک وقت کئی مردوں سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں دیتا ۔ اس طرح سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کون کس کی اولاد ہے، اور وراثت تقسیم نہیں ہو سکتی، لیکن ہندوؤں میں ایک عورت کے بیک وقت کئی کئی شوہر ہو سکتے ہیں ۔ مہابھارت کے مشہور پانچ پانڈو بھائیوں کی ایک ہی بیوی دروپدی تھی، نیپال میں گورکھے کئی کئی مل کر ایک ہی عورت سے شادی کر لیتے ہیں ۔ اسلام نے اس بارے میں اوّل بار اس بارے میں اصول دیئے ۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ
(النساء ع۴، آیت ۲۴)

اور وہ عورتیں تم پر حرام ہیں جو کسی دوسرے کے نکاح میں ہوں، البتہ جو عورتیں جنگ میں تمہارے ہاتھ آئیں وہ اس سے مستثنٰی ہیں ،،

ایک شادی شدہ عورت سے دوسرا شخص شادی نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ بیوہ ہو کر یا طلاق لے کر عدت پوری نہ کر لے ۔ ایک ہی عورت سے کئی کئی آدمیوں کا

نکاح حرام قرار دیا گیا، البتہ ایسی شادی شدہ عورتیں جو جنگ کے نتیجہ میں کفار کی گرفتار ہو کر آئیں اور حکومت ان کو کسی کو تفویض کر دے تو طہر کے بعد ان سے تمتع جائز ہے۔ پہلے شوہر سے طلاق ضروری نہیں۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ

سورۃ البقرہ:۲ آیت:۲۲۱

اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بیشک مسلمان لونڈی مشرک سے اچھی ہے۔ اگرچہ وہ تمہیں بھاتی ہو اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔

مشرک عورتیں جو جنگ جہاد کے ذریعہ گرفتار ہو کر آئیں ان کے علاوہ مومن مرد کا مشرک عورت سے اور مومن عورت کا مشرک مرد سے نکاح حرام ہے۔ جب تک کہ وہ اسلام نہ لے آئیں پس اگر مسلمان زوجین میں سے کوئی ایک مرتد ہو جائے تو ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور وہ آزاد ہو جاتے ہیں

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ

(المائدہ ع۵، آیت ع۵)

اور محفوظ عورتیں بھی (خاندانی عورتیں) تمہارے لئے حلال ہیں خواہ وہ اہلِ ایمان کے گروہ سے ہوں یا ان قوموں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔ بشرطیکہ ان کے مہر ادا کر کے نکاح میں ان کے محافظ بنو"

مسلمان عورتوں کے علاوہ یہودی اور نصرانی عورتیں بھی مسلمانوں کے لئے حلال کی گئیں کہ ان سے نکاح جائز ہے۔

یہاں ذکر خاندانی عورتوں کے حلال ہونے کا ہے خواہ وہ مسلمان ہوں یا کتابیہ، فاحشہ اور آوارہ عورتوں سے اجتناب لازم ہے۔ بعض لوگ ایسی

جس میں لگاوٹ نہ ہو، باہر نکلنا دورِ جہالت کی طرح نمائش اور حسن کی داد لینے کے لئے نہ ہو۔

لڑکی کی پیدائش منحوس نہیں ہے

زمانہ جاہلیت میں لڑکی کی پیدائش کو منحوس اور قابل شرم سمجھا جاتا تھا۔ لڑکی کی پیدائش پر ماں کو قصور وار ٹھہرایا جاتا تھا اور اس پر شدید غم کا اظہار کیا جاتا تھا۔ لوگ اس کو اپنی بے عزتی سمجھتے اور نامردگی تصور کرتے تھے۔

قرآن میں ہے کہ

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ

(النحل ع۱۶، آیت ۵۸-۵۹)

اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی تو اس کے چہرے پر کلونس چھا جاتی اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا کہ اس بری خبر کے بعد کسی کو منہ دکھائے۔ سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لئے رہے یا مٹی میں دبا دے،،

لڑکے یا لڑکی کی پیدائش کسی انسان کے اپنے بس میں نہیں ہے۔ اس پر افسوس کرنا حماقت ہے۔ پیدائش اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس پہ احتجاج کرنا تقدیر الٰہی سے احتجاج ہے۔

مسلمانوں میں بیٹی کی پیدائش خوشی اور مسرت کا باعث ہوتی ہے، کیونکہ یہ سنتِ رسول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل آپ کی صاحبزادیوں ہی سے چلی۔ آپ اپنی صاحبزادیوں سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ حضرت فاطمہ رض

عورتوں سے بھی نکاح کر لیتے ہیں جو پیشہ کرتی ہیں، فلم ایکٹرس ہیں۔ اِن عورتوں سے آوارہ اور خراب لوگ ہی نکاح کر سکتے ہیں؛ البتہ اگر وہ تائب ہو جائیں اور باوقار زندگی گزارنے پر تیار ہوں تو ان سے نکاح کیا جا سکتا ہے۔ اللہ ان کے گناہ معاف کرنے والا ہے۔

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ج وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ج

(النور ع ۲۴، آیت ع ۲۶)

"گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہیں۔ ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لائق ہیں اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لائق ہیں۔"

محرمات یا ان عورتوں سے جن سے نکاح نہیں ہو سکتا یہ ہیں :۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا

تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں (سگی اور سوتیلی) بیٹیاں (پوتی اور نواسی بھی) بہنیں (سگی ماں شریک یا باپ شریک) پھوپھیاں خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں (پہلے شوہر سے) جنہوں نے تمہاری گود میں پرورش پائی ہو۔ ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمہارا زن و شوہر کا تعلق رہ چکا ہو (اس کے دوسرے

بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ ٥

(النساء ع۴، آیت ع۲۳)

شوہر سے لڑکیاں) ورنہ اگر (صرف نکاح ہوا ہو) تعلق زن وشوہر نہ ہوا ہو تو

(ان کی لڑکیوں سے نکاح کر لینے میں) تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہارے صلب سے ہوں اور یہ بھی تم پر حرام کیا گیا ہے کہ اپنے نکاح میں بیک وقت دو بہنوں کو جمع کرو۔"

اسلام بے بیاہے اور کنوارے رہنے کو معیوب بتاتا ہے اور بیوہ عورتوں اور رنڈوے مردوں کو شادی کی ترغیب دیتا ہے اور لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ بے بیاہے لوگوں کی شادی کرا دو۔ یہ ثواب کا کام ہے جو لوگ غربت کی وجہ سے شادی نہ کرتے ہوں ان کو معلوم ہو کہ رزق دینے والا اللہ ہے اور اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ غربت شادی کے لئے رکاوٹ نہیں ہونی چاہئیے۔ ہر ذی روح اپنا رزق لے کر خود آتا ہے۔

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامٰى الخ
إِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ط

(النور ع۲۴، آیت ع۳۲)

تم میں سے جو لوگ مجرد (بے بیاہے) ہوں ان کے نکاح کر دو ......
اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا۔

"اے جوانوں کی جماعت تم میں سے جو جماع کی قدرت رکھتا ہے اس کو نکاح کر لینا چاہئیے، کیونکہ یہ نگاہ کو محفوظ رکھتا ہے اور شہوت کی جگہ کو بچاتا ہے۔" (حدیث)

"تم کو نکاح کرنا چاہئیے کیونکہ وہ آنکھوں کو بدنظری سے روکنے اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے کی بہترین تدبیر ہے اور جو شخص تم میں سے نکاح کی قدرت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے کیونکہ

روزہ شہوت کو دبانے والا ہے،، (حدیث بخاری)

"بخدا میں (رسول اللہ) اللہ سے ڈرنے اور اس کی ناراضگی سے بچنے میں تم سب سے بڑھ کر ہوں۔ مجھے دیکھو کہ روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں (نہیں بھی رکھتا) نماز بھی پڑھتا ہوں اور راتوں کو سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ یہ میرا طریقہ ہے جو میرے طریقہ سے اجتناب کرے اس کا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں" (حدیث۔ بخاری)

"غنا نکاح میں تلاش کرو" (حدیث)

"محتاج ہے محتاج ہے وہ مرد جس کی بیوی نہ ہو۔ دریافت کیا اگرچہ وہ مالدار ہو۔ فرمایا ہاں اگرچہ وہ مالدار ہو۔ پھر فرمایا محتاج ہے محتاج ہے وہ عورت جس کا خاوند نہ ہو۔ دریافت کیا اگرچہ وہ مالدار ہو۔ فرمایا ہاں اگرچہ وہ مالدار ہو" (حدیث)

"اے عکاف کیا تمہارے بیوی ہے۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا اور باندی بھی نہیں۔ عرض کیا باندھی نہیں۔ فرمایا اور خیر سے تم مالدار بھی ہو۔ عرض کیا میں مالدار بھی ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر تو تو اس حالت میں شیطان کا بھائی ہے اگر تو نصاریٰ میں سے ہوتا تو راہبوں میں سے ہوتا۔ ہمارا طریقہ نکاح کرنا ہے۔ تم میں سے سب سے بدتر مجرد لوگ ہیں۔ شیطان کے پاس کوئی ہتھیار جو نیک لوگوں پر پورا اثر کرے۔ عورتوں سے بڑھ کر نہیں مگر جو لوگ نکاح کئے ہوئے ہیں۔ وہ گندی باتوں سے پاک صاف ہیں۔ (حدیث بیہقی)

اسلام اجازت دیتا ہے کہ نکاح سے پہلے اگر ہو سکے تو فریقین ایک دوسرے

کو دیکھ لیا کریں۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ	تم نکاح کر لو (ان) عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں"۔

(النساء ع۲، آیت ۳)

"تم میں سے جب کوئی کسی عورت کو پیام نکاح دے اور اس کو دیکھنے کی قدرت رکھتا ہو تو اس کو ایسا کرنا چاہیئے"۔ (حدیث)

"اس عورت کو (جس سے نکاح کرنا چاہتے ہو) دیکھ لو اس لئے کہ یہ باہمی تعلقات کی استواری کے لئے مناسب ہے"۔

(حدیث، ترمذی)

"اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کے دل میں کسی عورت سے شادی کرنے کی خواہش ڈال دے تو اس کے لئے اس عورت کو دیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں"۔ (حدیث - ابن ماجہ)

نکاح کر لینے پر اسلام میں زور اس بنا پر ہے کہ جنسی جذبہ کو نہ روکا جائے۔ جنسی جذبہ کو حلال طریقہ سے استعمال کیا جائے۔ رہبانیت اور شادی سے اجتناب کو اسلام پسند نہیں کرتا۔ نکاح کرنا سنت رسول ہے۔ تمام انبیاء نے شادیاں کیں۔ کوئی کنوارہ اور مجرد نہیں رہا۔ سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جن کو نوجوانی ہی میں اُٹھا لیا گیا

مرد کو حق طلاق

طلاق بطور ایک شریعت کے دین موسوی میں شروع ہوئی تھی لیکن یہود نے طلاق کو آئے دن کا کھیل بنا ڈالا تھا اور ان میں بات بات پر طلاق ہونے لگی تھی۔ اور عورت ان کے ہاتھ میں ایک کھلونا بن کر رہ گئی تھی۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس تماشے کو ختم کرنے کے لئے طلاق میں نرم دلی اور عورتوں سے رحم دلی سے پیش آنے کی تلقین کی۔

"پس وہ دو نہیں ایک جسم ہیں اس لئے جسے خدا نے جوڑا ہے اسے آدمی جُدا نہ کرے" (انجیل متی)

اس آیت کا غلط مطلب لے کر عیسوی دُنیا نے طلاق کو ختم ہی کر دیا۔ اس تشریح سے بد طینت، بدکردار اور بدخو مردوں نے اپنی سادہ لوح اور نیک سیرت عورتوں کو پھر ظلم و ستم کا نشانہ بنا لیا۔ ازلی گنہگار تو وہ پہلے ہی سے تھی۔ اب دائمی طور سے مرد کی غلام بنا ڈالی گئی۔

نکاح سے شریعت محمدیہ کا منشا یہ ہے کہ عائلی زندگی محکم بنیاد پر استوار ہو اور زوجین اسے مدت عمر تک برقرار رکھیں، لیکن عائلی زندگی میں فضا کبھی طبائع کی ناموافقت یا ایک دوسرے پر عدم اعتماد کے فقدان یا دوسرے اسباب کی بنا پر مکدر ہو سکتی۔ ایسے حالات میں عقد نکاح کو اگر قائم رکھا جائے تو زوجین اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو برقرار نہ رکھ سکیں گے۔ دونوں کی زندگیاں اجیرن ہو جائیں گی اور ان کی باہمی چپقلش اور الزام تراشی سے دو خاندانوں میں عداوت کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

ایسے ہی حالات کے تحت مرد کو طلاق کا حق دیا گیا ہے لیکن بطور ایک

ناپسندیدہ فعل کے۔

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مکروہ چیز طلاق ہے" (حدیث)

"اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر طلاق سے بڑھ کر کوئی چیز مبغوض پیدا نہیں کی" (حدیث)

"شادیاں کرو اور طلاق نہ دو کیونکہ اللہ تعالیٰ مزے چکھنے والوں اور مزے چکھنے والیوں کو پسند نہیں فرماتا" (حدیث)

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ج

(الطلاق ع۶۵ آیت ع۱)

اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت کے لئے طلاق دیا کرو اور عدت کا زمانہ ٹھیک ٹھیک شمار کرو۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ص فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ط

(البقرۃ ع۲، آیت ع۲۲۹)

طلاق دو بار ہے۔ پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقہ سے رخصت کر دیا جائے۔

زمانۂ جاہلیت میں مرد عورتوں کو بات بات پر اور بار بار طلاق دیدیا کرتے تھے اور پھر رجوع کر لیا کرتے تھے۔ اس طرح نہ ان سے اختلاط رکھتے اور نہ ان کو آزاد ہی کرتے۔ یہ عورتوں کو تنگ کرنے اور سزا دینے کا ایک طریقہ تھا۔ ایسی عورتیں درمیان میں لٹک کر رہ جایا کرتی تھیں وہ اپنے شوہروں کی بیویاں بھی نہ ہوتی تھیں اور کسی دوسرے شخص سے نکاح بھی نہیں کر سکتی تھیں۔

حکم ہوا کہ مرد صرف دو بار طلاق دے کر رجوع کر سکتا ہے اس کے بعد یا تو عورت کو بطور بیوی کے قبول کر لے یا پھر تیسری طلاق دے کر اسے آزاد کر دے۔

حکم ہُوا کہ عورت کو طلاق اس طرح دی جائے کہ عدت کے زمانہ میں اس کو تین حیض آئیں۔ عورت کو حالت حیض میں طلاق نہ دی جائے، کیونکہ ایسا کرنے سے دوران عدت چار حیض آجائیں گے جبکہ عدت کا زمانہ تین حیض (تین ماہ) ہے۔ تین حیض کے زمانہ کو عدت کے دوران ٹھیک ٹھیک شمار کرنا ضروری ہے۔ یا پھر عورت کو حاملہ ہوجانے پر طلاق دی جائے۔

ان احکامات میں مصلحت یہ ہے کہ حالت حیض میں عورت اور مرد کے درمیان بعد کا زمانہ ہوتا ہے اور اس حالت میں عورت کا مزاج اعتدال پر نہیں ہوتا۔ اسی طرح حاملہ ہونے کی صورت میں مرد ہزار بار سوچے گا کہ طلاق دے یا نہ دے اور عورت بھی بچہ کی وجہ سے اپنی ناراضگی پر غور کرنے پر مجبور ہوگی۔

اس آیت کا مطلب یہ بھی ہے کہ تینوں طلاق ایک ساتھ نہ دی جائیں بلکہ ایک ایک کرکے ہر طہر کے بعد دی جائیں تاکہ ان تین ماہ کے زمانہ میں عقل جذبات پر غالب ہوجائے اور رجوع کے امکانات روشن ہوجائیں۔

ایک طلاق کے بعد اگر تین حیض کی مدت گزر جائے اور اس دوران میں شوہر نے رجوع نہ کیا ہو تو طلاق واقع ہوجائے گی اور عورت آزاد ہوجائے گی لیکن طلاق کے بعد اگر فریقین چاہیں تو ان کا دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ اگر پھر دوبارہ طلاق ہوجائے اور عدت کا زمانہ بغیر رجوع کے ختم ہوجائے تو پھر طلاق واقع ہوجائے گی۔ اس مرتبہ بھی اگر فریقین چاہیں تو وہ تیسری بار پھر نکاح کرسکتے ہیں۔ تیسری طلاق دے دینے کے بعد شوہر کو حق رجوع نہیں ہے عدت پُوری کرنے کے بعد عورت آزاد ہوگی۔

طلاق دینے کا یہی طریقہ ہے کہ ایک ساتھ تینوں طلاق نہ دی جائیں اور ایک ہی طلاق سے علیحدگی اختیار کی جائے۔ اگر کوئی یہ مسنون طریقہ چھوڑ کر تینوں

طلاق ایک ساتھ دیدے تو تینوں طلاق واقع ہو جائیں گی (مذہب حنفی) لیکن طلاق دینے والا گنہگار ہو گا اور فریقین میں مستقل جدائی ہو جائے گی اور بغیر حلالہ مطلقہ سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ غصہ میں تینوں طلاق دیدی جاتی ہیں پھر اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے جبکہ کچھ نہیں کیا جا سکتا اور دو زندگیاں ویران ہو جاتی ہیں گناہ الگ ہوتا ہے۔

"ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر غصے میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کھیلا جا رہا ہے، حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں" (حدیث)

"حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے والد نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے ڈالی تھیں۔ جب عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ تین طلاقوں کے ذریعہ اللہ کی نافرمانی کے ساتھ وہ عورت اس سے جدا ہو گئی اور ۹۹۷ طلاقیں ظلم اور زیادتی کے طور پر رہ گئیں جن پر اللہ چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے" (حدیث)

"جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا (تین طلاق ایک ساتھ نہ دے گا) اس کے لئے مشکلات سے نکلنے کا راستہ اللہ پیدا کر دے گا، جس نے اللہ سے تقویٰ نہیں کیا اس کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے۔ اُس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس سے جُدا ہو گئی"

(عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اگر کوئی ایسا شخص آتا جس نے اپنی بیوی کو

بیک وقت تین طلاقیں دیدی ہوں تو وہ اس کو فارتے اور طلاق مغلظہ نافذ کر دیتے۔

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝

البقرہ ع۲، آیت ۲۳۰

پھر اگر (تیسری) طلاق دیدی تو وہ عورت پھر اس کے لئے حلال نہ ہوگی الا یہ کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہو اور وہ اسے طلاق دیدے تب اگر پہلا شوہر اور یہ عورت دونوں یہ خیال کریں کہ حدود الٰہی پر قائم رہیں گے تو ان کے لئے ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لینے میں کوئی مذائقہ نہیں۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں جنہیں وہ ان لوگوں کی ہدایت کے لئے واضح کر رہا ہے جو (اس کی حدود کے توڑنے کا انجام) جانتے ہیں۔"

اگر تین طلاقوں کے بعد عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لے اور پھر قضاو قدر سے بیوہ ہو جائے یا اس کو دوسرے شوہر سے بھی طلاق ہو جائے تو وہ عورت پھر اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی۔ شرع میں اس کو حلالہ کہتے ہیں۔

کسی دوسرے شخص سے اس نیت سے نکاح کرا دینا کہ وہ تخلیہ صحیحہ کے بعد اس کو طلاق دے دیگا تاکہ اس کا نکاح پھر اپنے پہلے شوہر سے ہو جائے ناجائز ہے۔ حلالہ دراصل بے سمجھے بوجھے تینوں طلاقیں دیدینے کی سزا ہے۔

زوجین میں بگاڑ یا طلاق ہو جانے کی حالت میں رشتہ داروں اور خیر خواہوں کو حکم ہے کہ جب وہ یہ دیکھیں کہ کسی شوہر اور بیوی کے تعلقات

خراب ہو چکے ہیں تو ان میں مصالحت کرانے کی کوشش کریں۔ یہ ثواب کا کام ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ط (النساء ع۲، آیت ۳۵)	اور اگر تم لوگوں کو کہیں میاں بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک ثالث مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو۔ وہ دونوں اصلاح

کرنی چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا“

ثالثوں کا تقرر دونوں جانب کے رشتہ دار خود مقرر کر لیں یا شوہر اور بیوی اپنے اپنے ثالث مقرر کر دیں۔ یہ ثالث مفاہمت کی راہ ہموار کریں۔ ایسے ثالث کی حیثیت مشاورتی ہوگی وہ کوئی اپنا فیصلہ فریقین پہ نافذ نہ کر سکیں گے۔

فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۞ (النساء ع۲ آیت ۱۹)	اگر وہ (تمہاری بیویاں) تمہیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز جو تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اس میں بہت سی (اور) بھلائی رکھ دی ہو“

یہاں بتایا جا رہا ہے کہ اگر دراصل تمہیں تمہاری بیوی پسند نہ ہو شاید اس وجہ سے کہ وہ بدصورت ہے، پھوہڑ ہے، بداخلاق یا بدزبان ہے تو تم اس کی ایسی ہی کسی وجہ سے پسند نہیں کرتے ہو تو صرف اس کی ان برائیوں ہی کی طرف نہ دیکھو کیونکہ ممکن ہے کہ اس میں کچھ خوبیاں بھی ہوں۔ مثلاً یہ کہ وہ بہت خدمت گزار ہو، امانت دار ہو، سگھڑ اور صابرہ ہو، متقی اور پرہیزگار ہو یا اس میں علمی اور ادبی صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود ہوں۔ پس اس کی برائیوں کو نظرانداز کر کے اس کی خوبیوں کی بنا پر اسے پسند کرنے لگو۔ یہ زوجین کی علیحدگی کو روکنے

کے لئے ایک بہت ہی اچھی نصیحت ہے۔ اچھی صورت شکل ہمیشہ قائم نہیں رہتی۔ اچھی عادات ہمیشہ قائم رہتی ہیں اور وہی زوجین میں نباہ کا بہترین حصار ہوتی ہیں۔

"عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے۔ خوبصورتی حسب نسب، دولت اور دینداری، پس دیندار عورت سے نکاح کر کے کامیاب ہو۔" (حدیث)

"عورتوں سے محض ان کے حسن کی وجہ سے شادی کی خواہش نہ کرو، کیونکہ حسن عموماً ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔" (حدیث)

"دنیا کی نعمتوں میں بہترین نعمت نیک بیوی ہے" (حدیث)

اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ عورت کے ساتھ یہ سراسر زیادتی ہے کہ حق طلاق اور رجعت صرف مرد کو حاصل ہے۔ عورت کو کیوں نہیں۔ اسلام نے مردوں کو عورتوں پر قوام بنایا اور مرد پر عورت کے مہر، نفقہ اور نگہبانی کی ذمہ داری عائد کی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر کچھ اختیارات بھی عطا کئے ہیں تاکہ وہ ان ذمہ داریوں کو اچھی طرح ادا کر سکے اور خانگی زندگی کا نظم برقرار رکھ سکے۔ خاندان کے افراد اور اخلاق اور حسن معاشرت کی حفاظت کر سکے اور اپنے حقوق بھی محفوظ رکھ سکے۔ اب چونکہ مرد اپنا مال خرچ کر کے حقوق زوجیت حاصل کرتا ہے اس لئے ان حقوق سے دست بردار ہونے کا حق بھی اسی کو پہنچتا ہے جو شخص اپنا پیسہ خرچ کر کے کوئی چیز حاصل کرتا ہے وہ آخری حد تک اس چیز کو اپنے قبضۂ تصرف میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور اس سے دست بردار اسی وقت ہوتا ہے جبکہ اس کو چھوڑنے کے علاوہ اس کے پاس اور کوئی چارۂ کار نہیں رہتا۔ لہٰذا حق طلاق و رجعت مرد کو ہی عطا ہوا ہے لیکن

طلاق کو ایک ناپسندیدہ فعل قرار دے کر۔ عورت کے ساتھ یہ بات نہیں ہے۔ اس کا نکاح پر صرفہ نہیں ہوتا بلکہ الٹا وہ مرد سے کچھ حاصل ہی کرلیتی ہے۔ اگر طلاق کا حق اور رجعت کا حق عورت کو بھی ہوتا تو وہ بہت آسانی سے بات بات پر طلاق دیدیا کرتی۔

یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ مرد کو دو مرتبہ طلاق دے کر رجعت کا حق کیوں ہے۔ غور کیا جائے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی مصلحت اور فریقین کے لئے ایک رحمت ہے۔ طلاقیں طہر کے بعد ایک ایک مہینہ کے وقفہ سے دی جاتی ہیں۔ اس تین ماہ کی عدت کی مدت میں فریقین کو اتنا وقت مل جاتا ہے کہ ان کے غصے اور جذبات ٹھنڈے پڑ جائیں اور سوچنے اور غور کرنے لگیں کہ کیوں اپنی اچھی بھلی رفاقت کو توڑیں اور اولاد کو دربدر کریں۔ بہت ممکن ہے کہ ان کے رشتہ دار اس دوران میں کوئی ایسی راہ نکال لیں اور طلاق سے بچ جائیں۔ یہ تو طلاق کو روکنے کا اور مشکل بنانے کا ایک طریقہ ہے۔

عدّت

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ط وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا (البقرۃ ع۲، آیت ۲۲۸)

اور جن عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہو وہ تین مرتبہ ایام ماہواری آنے تک خود کو روکے رکھیں اور ان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ نے ان کے رحم میں جو کچھ خلق فرمایا ہوا ہے اسے چھپائیں۔ انہیں ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے اگر وہ اللہ اور روز آخر

پر ایمان رکھتی ہیں۔ ان کے شوہر اگر تعلقات درست کر لینے پر آمادہ ہوں تو اس عدت کے دوران زوجیت میں واپس لینے کے حق دار ہیں "۔

عدت کی مدت تین طہر تک ہے۔ یہ اولاد کے نسب کو طے کرنے کے لئے ضروری ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ عورت اپنے پہلے شوہر سے حاملہ نہیں ہے۔ عدت پوری کرنے کے بعد ہی عورت دوسری شادی کر سکتی ہے اس سے پہلے نہیں۔ اگر دوران عدت معلوم ہو جائے کہ عورت حاملہ ہے تو اس کو چھپانا نہیں چاہیئے۔ شوہر کو رجوع کا حق دوران عدت ہے اس کے بعد نہیں جبکہ اُس نے پہلی اور دوسری طلاقیں دی ہوں۔ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل کے بعد ختم ہوتی ہے خواہ وضع حمل طلاق کے چند روز بعد ہی ہو جائے یا اس کی مدت تین ماہ سے زیادہ ہو جائے۔ اسقاط حمل وضع حمل ہی شمار ہوگا۔

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ط (الطلاق ع۶۵، آیت ع۴)	اور حاملہ عورتوں کی عدت کی حد یہ ہے کہ ان کا وضع حمل ہو جائے۔

" حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ بچہ جن لیں " (حدیث)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ (الاحزاب ع۳۳ [illegible] ۴۹)	"لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدو تو تمہاری طرف سے ان پر کوئی عدت لازم نہیں ہے جن کے پورے ہونے کا تم مطالبہ کر سکو، لہٰذا انھیں کچھ مال دو اور بھلے طریقہ سے رخصت کر دو۔"

ایسی عورت کے واسطے کوئی عدت نہیں ہے جس کو نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے طلاق ہو جائے۔ اس کو نصف مہر دے کر اور مزید احسان کر کے بھلے طریقہ سے علیحدہ کر دو۔

لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا ○

(الطلاق ۶۵ - آیت: ۱)

عدت میں اُنھیں اُن کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بیشک اُس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اُس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے

عورت ایام عدت اسی گھر میں گزارے جہاں وہ رہتی تھی اور شوہر اس کو گھر سے نہ نکالے۔ حالت بیوگی میں ناگزیر حالات (وطن سے دوری، تنہائی) میں عورت کسی مناسب جگہ منتقل ہو سکتی ہے جہاں وہ عدت گزارے۔ عدت کے زمانہ میں عورت کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت اور وہ بھی دن میں خاص مجبوری کی حالت میں ہے ورنہ اس کو گھر میں ہی رہنا چاہیئے۔ بیوگی کی عدت میں عورت کو بناؤ سنگھار کی اجازت نہیں ہے۔

شوہر دوران عدت مطلقہ عورت کو گھر سے اسی وقت نکال سکتا ہے جبکہ وہ بہت بڑی برائی کی مرتکب ہو۔ ساتھ رہنے میں مصلحت یہ ہے کہ شاید مفاہمت کی کوئی شکل نکل آئے۔

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ۚ وَإِنْ كُنَّ

ان کو (زمانۂ عدت میں) اسی جگہ رکھو جہاں تم رہتے ہو جیسی کچھ بھی جگہ تمہیں میسّر ہو اور انہیں تنگ کرنے کے لئے

أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ

(الطلاق ع ۶۵ آیت ع ۶)

ان کو نہ ستاؤ اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر اس وقت تک خرچ کرتے رہو جب تک ان کا وضع حمل نہ ہو جائے۔"

دوران عدت مرد کو عورت کو تنگ کرنے کا حق نہیں ہے اور عورت کا نان نفقہ معروف طریقہ پر ادا کرنا لازم ہے۔ اگر عورت حاملہ ہے تو اس کا نفقہ تا وضع حمل اس پر ہے۔

بیوگی کی عدت میں اگر میت نے کوئی میراث نہ چھوڑی ہو اور عورت حاملہ ہو تو بچہ کے وارثوں پہ اس کا نان نفقہ ہے۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ثبوت میں یہ آیت پڑھی: "علی الوارث ذٰلك" (البقرہ ع ۲، آیت ع ۲۳۳)

"میت کا حال وارثوں کا ہو جاتا ہے لہٰذا شوہر کے چھوڑے ہوئے مال میں بیوہ کا نان نفقہ نہیں ہے۔ بیوہ اپنا ورثہ اور مہر لے سکتی ہے مہر ترکہ سے بطور قرضہ وصول کیا جائے گا۔" (امام ابو حنیفہ)

شوہر کے فوت ہو جانے پہ عدت کی مدت چار ماہ اور دس دن ہے لیکن حاملہ ہونے کی صورت میں وضع حمل پہ عدت ختم ہو جاتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا

(البقرة ع ۲ آیت ع ۲۳۴)

تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور ان کی بیویاں زندہ ہوں تو اپنے آپ کو چار مہینے دس دن روکے رکھیں۔"

عورت کو اجازت نکاح ثانی

زمانۂ جاہلیت میں بیوہ یا مطلقہ کو نکاح ثانی کی اجازت نہ تھی۔ شوہر کی وفات کے بعد بھی وہ اپنے شوہر کی ہی بیوی رہتی۔ عیسائیوں میں عورت کے لئے طلاق نہ تھی۔ یہی حالت ہندوؤں میں تھی۔ بیوی کو اپنی ساری عمر بیوگی میں بسر کرنی ہوتی تھی۔ خواہ وہ کتنی ہی کم عمر کیوں نہ ہو۔ اس کے بال کاٹ دیئے جاتے تھے۔ چوڑیاں توڑ دی جاتی تھیں۔ وہ بناؤ سنگھار نہ کر سکتی، میلی کچیلی رہنے پر مجبور تھی۔ خوشی کی رسومات میں اس کو منحوس سمجھ کر علیحدہ رکھا جاتا تھا کہ کہیں اس کا منحوس سایہ رنگ میں بھنگ نہ ڈال دے وہ خاندان میں ایک خادمہ جیسی زندگی بسر کرتی تھی۔ غیور عورتیں شوہر کے ساتھ چتا میں جل مرتی تھیں۔

اس کا اثر مسلم معاشرے پر بھی پڑا اور بیوہ کا عقد ثانی معیوب سمجھا جانے لگا۔ اور بیوہ عورتیں اپنی ساری عمر بیوگی بھی گزار دیتیں۔ ان کے بال بنانے، چوڑیاں پہننے اور اچھے کپڑے پہننے پر انگلیاں اٹھنے لگتی ہیں۔

اسلام نے طلاق بیوگی کے بعد عورت کو اپنی زندگی از سر نو شروع کرنے کا حق دیا ہے اور وہ نکاح ثانی کر سکتی ہے۔ بیوہ کا نکاح کرا دینا اور بیوہ سے نکاح کر لینا پسندیدہ فعل بتایا گیا ہے اور سنت رسول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے باقی نکاح بیواؤں یا مطلقہ عورتوں سے ہی کئے۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا	جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو پھر اس میں مانع نہ ہو کہ وہ اپنے زیر تجویز

بَیْنَھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ط

(البقرہ ۲ : آیت ۲۳۲)

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط (البقرہ : ۲، آیت ۲۳۴)

شوہروں سے نکاح کرلیں جبکہ وہ معروف طریقہ سے باہم مناکحت پر راضی ہوں

پھر جب ان کی (بیواؤں کی) عدت پوری ہو جائے تو انہیں اختیار ہے کہ اپنی ذات کے معاملہ میں معروف طریقہ سے جو چاہیں کریں۔ تم پر ان کی کوئی ذمہ واری نہیں "

مطلقہ عورت اور بیوہ عورت کو بعد اختتام عدت عورت کو آزاد کر دیا گیا ہے اور اگر وہ چاہیں تو معروف طریقہ سے نکاح ثانی کر کے نئی زندگی شروع کر سکتی ہیں کسی کو یہ حق نہیں کہ عورت کو معروف طریقہ سے نکاح ثانی کرنے پر کاوٹ ڈالے۔

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ

(البقرۃ ع ۲ آیت ع ۲۲۹)

اور (بیوی کو طلاق کے بعد) ایسا کرنا تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو"

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝

(البقرۃ ع ۲ آیت ع ۲۴۱)

جن عورتوں کو طلاق دے دیدی گئی ہو انہیں بھی مناسب طور پر کچھ نہ کچھ (زائد) دے کر رخصت کیا جائے۔ یہ یہ حق ہے متقی لوگوں پر،،

حکم ہے کہ طلاق دے کر اپنی بیویوں کو بے رحمی سے علیحدہ نہ کرو بلکہ مہر کے علاوہ جو کچھ ان کو دے چکے ہو وہ اب ان کا ہو چکا ہے اسے واپس لینے کا تمہیں حق نہیں ہے بلکہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ انہیں اس کے علاوہ اور کچھ بھی دو۔

عہد جہالت میں یہ قاعدہ تھا کہ شوہر کی وفات کے بعد شوہر کے ورثا بیوہ کے خود بخود وارث بن جاتے اور بیوہ ان کے گھروں میں ملازمہ جیسی زندگی بسر

کرنے پر مجبور ہوتی۔ ان کے تمام حقوق سلب کر لئے جاتے تھے اور اس کے نکاح ثانی کی مخالفت کرتے تھے۔

اسی طرح جب کوئی عورت اپنے شوہر کی نظر سے اُتر جاتی اور وہ اس سے علیحدگی کا خواہاں ہوتا مگر اس کا مہر ادا کرنا نہ چاہتا تو اسے طرح طرح سے تنگ کرنا شروع کر دیتا تاکہ وہ مہر معاف کر کے خلع حاصل کر لے۔ درج ذیل آیت میں اسے ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ شوہر عورت کو اسی وقت سزا دینے کا حق رکھتا ہے، جبکہ وہ بدچلنی کی راہ پر چل نکلی ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ط وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ج وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ج

(النساء ع۴، آیت ۱۹)

اے ایمان والو تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھو نہ یہ حلال ہے کہ انہیں تنگ کر کے اس مہر کا کچھ حصہ اڑا لینے کی کوشش کرو جو تم انہیں دے چکے ہو۔ ہاں اگر وہ صریح بدچلنی کی مرتکب ہوں (تو تمہیں انہیں تنگ کرنے کا حق ہے) ان کے ساتھ بھلے طریقہ سے رہو،

علیحدگی کی صورت میں اولاد پر حق

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ط وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ج لَا

جو ماں باپ چاہتے ہوں کہ ان کی اولاد پوری مدت رضاعت تک (مطلقہ بیوی کا) دودھ پیئے تو ماں اپنے بچوں کو دو سال دودھ پلائیں۔ اس صورت میں بچے کے باپ کو معروف طریقہ سے انہیں کھانا

قُصَارَدَ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

(البقرہ ع۲، آیت ع۲۳۳)

اور کپڑا دینا ہوگا۔ مگر کسی پر اس کی وسعت سے بڑھ کر بار نہ ڈالا جائے نہ تو ماں کو اس وجہ سے تکلیف دی جائے کہ بچہ اس کا ہے اور نہ باپ کو اس وجہ سے تنگ کیا جائے کہ بچہ اس کا ہے۔ دودھ پلانے والی کا جیسا حق بچہ کے باپ پر ہے ویسا ہی اس کے وارث پر ہے لیکن اگر فریقین باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔"

اولاد باپ ہی کی ہوتی ہے اس لئے اولاد کی تمام تر ذمہ داریاں باپ پہ ہی عائد ہوتی ہیں۔ ماں پہ نہیں۔ اگر طلاق زمانہ رضاعت میں ہو یا بچہ طلاق کے بعد پیدا ہوا ہو تو ماں بچہ کو دو سال تک دودھ پلائے گی۔ باپ کو بچہ کی ضروریات پورا کرنے کے صرفہ کے علاوہ ماں کو بھی غذا اور لباس دینا ہوگا۔ یہ خرچہ شوہر اپنی وسعت کے لحاظ سے دے گا۔ شوہر یہ کہہ کر کہ بچہ ماں کا ہے اور ماں کے پاس ہے لہذا اسے بچہ سے کوئی غرض نہیں بچ نہیں سکتا۔ اسی طرح عورت یہ کہہ کر کہ بچہ باپ کا ہے مجھ سے کوئی غرض نہیں دودھ نہیں پلاتی اپنی ذمہ دار سے بری الذمہ نہیں ہو سکتی۔ اگر باپ فوت ہو گیا ہو اور دودھ پیتا بچہ مطلقہ ماں کے گود میں ہو تو بچہ اور بیوہ کا نان نفقہ بچے کے ولی پہ ہے۔ البتہ اگر ماں اور باپ دونوں اپنی اپنی رضامندی اور مشورے سے کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانا چاہیں تو اس پر اعتراض نہیں ہے کہ ماں کا دودھ کیوں نہیں پلایا اور باپ نے کیوں بچہ چھین لیا۔

عورت کو حق خلع

ہندوؤں، عیسائیوں اور دوسری اقوام میں عورت کو خلع کا حق نہ تھا۔ ایک مرتبہ کسی کی بیوی بن جانے کے بعد وہ از خود جدا نہیں ہوسکتی تھی۔ نکاح کو توڑ نہیں سکتی تھی۔ اسلام نے پہلی مرتبہ عورت کو یہ حق دیا۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

(البقرہ ع۲، آیت ۲۲۹)

اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ دونوں حدود اللہ پر قائم نہ رہیں گے تو ان دونوں کے درمیان یہ معاملہ ہو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ کچھ معاوضہ دے کر عورت علیحدگی اختیار کر لے۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں ان سے تجاوز نہ کرو جو لوگ تجاوز کریں گے وہی ظالم ہیں۔"

عورت جب یہ سمجھے کہ اس کا اپنے شوہر سے کسی طرح نباہ نہیں ہوسکتا اور وہ اس کا شوہر حدود اللہ پر قائم نہ رہ سکیں گے تو عورت اپنا مہر معاف کر کے یا کچھ دے کر اس سے جدائی حاصل کر سکتی ہے۔ اس کو خلع کہتے ہیں۔ جس طرح طلاق ایک مذموم فعل ہے اسی طرح باوجود حلال ہونے کے ناپسندیدہ فعل ہے لیکن عورت کو خلع کے واسطے قاضی (عدالت) کے سامنے پیش ہونا ہوتا ہے جدائی معاوضہ طے ہو جانے کے بعد قاضی کرائیگا۔

"جو عورت ذرا ذرا سی بات پر اپنے شوہر سے طلاق کی درخواست کرے اس پر جنت حرام ہے" (حدیث)

"شوہر سے علیحدہ ہونے والی اور خواہ مخواہ خلع کی طالب عورتیں منافق ہیں" (حدیث)

مغربی عورت نے بھی مسلمان عورتوں کے خلع کے حق کے زیر اثر کافی جدوجہد

کے بعد از خود شوہر سے علیحدہ ہو جانے کا قانونی حق حاصل کر لیا ہے لیکن ان کو یہ حق اسی طرح ہے جس طرح مرد کو طلاق کا حق ہے۔ اب وہ بھی اپنی مرضی سے شوہر کو طلاق دے سکتی ہے۔ اس کا اثر یہ ہُوا ہے کہ وہاں بات بات پر عورت مرد کو طلاق دے دیتی ہے اور بہت کم جوڑے ایسے ملتے ہیں جنہوں نے ساری عمر ایک ساتھ گزاری ہو۔ ایک عورت محض اس بات پر شوہر کو طلاق دے دیتی ہے کہ اس کا شوہر سوتے میں خراٹے لیتا ہے۔

مغربی عورت اب مرد سے یہ حق بھی مانگ رہی ہے کہ وہ شخصی آزادی کے تحت شوہر کے ہوتے ہوئے دوسرے مردوں سے جنسی تعلقات قائم رکھ سکے، لیکن وہ مرد کو یہ حق دینے کو تیار نہیں کہ وہ ایک بیوی کے ہوتے ہوئے جائز طور سے دوسری بیوی بھی لے آئے۔ البتہ وہ دوسری بیاہی اور کنواری عورتوں سے بغیر نکاح تعلقات قائم رکھ سکتا ہے۔

مرد کو چار تک نکاحی بیویاں رکھنے کا حق

دورِ جہالت میں ایک مرد متعدد شادیاں کر لیتا تھا اور ایسا مرد اپنی لاتعداد بیویوں کو جنسی طور پر مطمئن نہیں کر سکتا تھا وہ اپنی نئی نویلی دلہن ہی میں غرق ہو کر رہ جاتا تھا اور باقی بیویوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتا تھا جس کی وجہ سے ان میں بدچلنی انتہا کو پہنچ جاتی تھی۔ مرد اپنی اتنی ساری بیویوں کے نان نفقہ کا بھی ذمہ دار نہ ہوتا تھا وہ خود محنت مزدوری کر کے اپنی روزی خود کماتی تھیں اور ان کی کمائی ان کے شوہر کی کمائی تصور ہوتی تھی اس طرح شوہر کوئی کام نہ کرتا اس کی بیویاں ہی کھیتوں پر کام کرتیں۔ جانوروں کی دیکھ بھال کرتیں اور بچوں کو پالتی تھیں۔ ملایا اور ہندوستان کی قدیم قوموں (گونڈ، بھیل، سنتھالی) میں آج بھی یہی رواج

ہے عورتیں کام کرتی ہیں اور مرد گھر پر آرام سے رہتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ طبعی اور نفسیاتی لحاظ سے مرد کثیر جنسی ہے اور عورت یک جنسی۔ مرد کئی عورتوں کو جُدا جُدا بار آور کر سکتا ہے جبکہ عورت ایک مرتبہ ایک مرد سے بار آور ہو جائے تو پھر وہ دوسرے مرد سے بار آور نہیں ہو سکتی۔ پس ایک عورت کو طبعاً اور جذباتی طور پر بھی ایک ہی مرد سے لگاؤ ہو سکتا ہے جبکہ مرد بیک وقت کئی عورتوں سے طبعاً اور جذباتی تعلق رکھ سکتا ہے۔

ایک عورت ہر ماہ تقریباً ایک ہفتہ ایام ماہواری کی وجہ سے بیمار رہتی ہے اور دوران حمل بھی کئی ماہ تک اس کی جنسی زندگی معطل رہتی ہے۔ اس لئے ایک حساب سے مرد کو چار تک بیویاں رکھنے کی اجازت دے دی گئی۔ اس حق سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئیے کہ ہر مرد کو ایک سے زیادہ شادیاں کرنی چاہئیں یہ مخصوص حالات میں مخصوص اشخاص کے لئے ایک طرح کی چھوٹ ہے ایسے مرد جن میں جنسی جذبات شدید ہوں بیوی کے علاوہ اِدھر اُدھر آنکھیں لڑانے لگتے ہیں۔ وہ اگر ایک سے زیادہ بیویاں کر لیں تو یہ نہ فقط معاشرے کے لئے بہتر ہے بلکہ عورتوں کے لئے بھی بہتر ہے کیونکہ ایسا کرنے سے شوہر بہت سے گناہوں سے بچ جاتے ہیں اور بگڑتے نہیں۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ج فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (النساء ۴ آیت ۳)	جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین اور چار چار سے نکاح کر لو۔ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو۔"

ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کے لئے شرط ان میں انصاف اور برابری قائم

رکھنا ہے۔ حکم ہے کہ اگر تمہیں شبہ ہو کہ ان میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پہ اکتفا کرو۔

ایک سے زیادہ بیویاں کرنے والوں پر عدل کی جو شرط لگائی گئی ہے اس سے مراد ہر بیوی سے ایک جیسا لگاؤ اور محبت نہیں ہے، کیونکہ یہ انسان کے بس کی بات نہیں۔ ایک ماں اپنی اولاد میں سے جب ہر کسی سے ایک جیسی محبت نہیں کر سکتی تو ایک شوہر اپنی تمام بیویوں سے ایک جیسی محبت کس طرح کر سکتا ہے یہ بات قانون فطرت کے خلاف ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ محبت حضرت خدیجہ سے فرماتے تھے اور ان کی وفات کے بعد بھی دوسری ازدواج سے ان کی تعریف فرمایا کرتے تھے جس پہ امہات مؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رشک کیا کرتی تھیں۔ دوسری ازدواج میں بھی آپ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ انس تھا جس کی وجہ سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے تو اپنی باری ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیدی تھی۔ مرض الموت نے تمام ازدواج سے اجازت لے لی تھی کہ آپ کو حضرت عائشہ کے حجرے میں رہنے کی اجازت دیدی جائے جس کو سب نے بخوشی اجازت دیدی تھی۔

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ط

النساء ع۴، آیت ع۱۲۹

بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل کرنا تمہارے بس میں نہیں ہے۔ تم چاہو بھی تو اس پر قادر نہیں ہو سکتے (قانون الٰہی کا منشا پورا کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ) ایک بیوی کی طرف اس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری بیویوں کو ادھر لٹکتا چھوڑ دو۔"

پس اللہ تعالیٰ نے بیویوں میں عدل کا طریقہ یہ تبلایا ہے کہ اپنی وسعت کے

کے لحاظ سے سب کو ایک جیسا نان نفقہ مہیا کرو اگر کسی ایک کو کوئی تحفہ دو تو دوسری کو بھی ویسا ہی تحفہ دو اور سب کو برابر برابر وقت دو یعنی اگر ایک دن ایک کے ساتھ گزارو تو دوسرا دن دوسری کے ساتھ۔ ایک رات ایک کے پاس رہو تو دوسری رات دوسری کے پاس۔ اگر سفر میں بیوی کو ساتھ لے جانا ہے تو قرعہ اندازی سے فیصلہ کرو کہ کس کو ساتھ لے جاؤ گے اور کسی ایک بیوی کی طرف بالکل ہی نہ ڈھلک جاؤ کہ اسی کے اشاروں پہ ناچنے لگو۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا اپنی ازدواج میں انصاف کا یہی طریقہ تھا، البتہ جو شخص ایسا نہیں کر سکتا اس کو ایک سے زائد بیوی کرنے کا حق نہیں ہے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا :-

"اے اللہ جس میں مجھے قابو حاصل ہے اس میں میری (بیویوں کی مساوات) تقسیم ہے اور اس چیز (محبت) میں ملامت نہ فرما جس کا تو مالک ہے لیکن میں مالک نہیں" (حدیث۔ مشکوٰۃ)

مغربی دُنیا مرد کے لئے اس اسلامی حق پر چراغ پا ہے اور مسلمانوں کو ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے پر مطعون کیا جاتا ہے خواہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ کتنا ہی انصاف کیوں نہ برتتے ہوں اور چاہے ان کی بیویاں کتنی ہی مطمئن، پرسکون اور خوش آئند زندگی ہی کیوں نہ بسر کر رہی ہوں۔

مغربی رائے سے مرعوب ہو کر ہمارے معاشرے میں بھی عورتیں ایسے مردوں کو مطعون کرتی ہیں جن کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں۔ ظاہر ہے کہ کوئی مرد کسی عورت سے اس کی رضامندی اور اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتا۔ نکاح زن و مرد کی مرضی اور قاضی اور گواہوں کی موجودگی میں ہوتا ہے۔ معترض عورتیں یہ بھول جاتی ہیں کہ دوسری یا تیسری یا چوتھی عورت نے مرد سے نکاح یہ سب کچھ جانتے ہوئے

ہی کیا ہے۔ عورتوں کو غصہ تو اس عورت پر کرنا چاہیئے جو دوسری بیوی بننے پر تیار ہوگئی نہ کہ مرد پر۔

پاکستان میں عورتوں کی تنظیم اپوا مردوں کو ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی سخت خلاف ہے لیکن اپوا کی سربراہ نے خود اپنے شوہر کی پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری بیوی بن جانے کو بُرا نہیں منایا۔ ان کو یہ حق کہاں سے پہنچتا ہے کہ دوسری عورتوں کو ایسا کرنے سے روکیں۔

چار بیویوں تک رکھنے کی اجازت اسلام نے معاشرے کی بہتری اور علاج کے طور پر رکھی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی رحمت ہے نہ کہ عورت پر ظلم۔ کسی بھی جنگ کے نتیجہ میں لاتعداد مرد مرجاتے ہیں اور عورتوں کی تعداد مردوں سے کئی گنا زیادہ ہوجاتی ہے جیساکہ جنگ عظیم دوم کے بعد جرمنی، انگلینڈ اور جاپان میں ہوا یا پھر کسی معاشرے میں لڑکوں کے مقابلہ میں لڑکیوں کی تعداد، پیدائش کی لحاظ سے زیادہ ہوجاتی ہے جیسے بنگلہ دیش میں۔ ان حالات میں اگر ایک مرد ایک ہی عورت سے نکاح کرے تو باقی عورتیں کیا کریں کہاں جائیں۔ اب اگر ہر مرد اپنی استطاعت کے لحاظ سے ایک سے زائد عورتوں سے شادی کرے تو سب عورتوں کو نہ فقط شوہروں کی سرپرستی مل جائے گی اور ان کے رہنے سہنے کا بھی انتظام ہوجائے گا بلکہ معاشرے، قحبہ گری اور حرام اور لاوارث بچے بھی ختم ہوجائیں گے۔

آج کل یہ رواج چل نکلا ہے کہ شادی کے وقت لڑکی اور لڑکے کو ہم عمر ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی ادھیڑ عمر کا مرد کسی نوخیز لڑکی سے نکاح کرلیتا ہے تو اس پر انگلیاں اُٹھنے لگتی ہیں۔ عورت کی جنسی زندگی عموماً ۴۵۔۔۵۰ سال کے لگ بھگ ختم ہوجاتی ہے جبکہ مرد کی جنسی زندگی ۶۵ یا ستر سال تک بھی قائم رہتی ہے عورت کے بانجھ ہوجانے پر اگر مرد دوسری شادی نہ کرے تو وہ معاشرے میں بگاڑ

کا سبب بن سکتا ہے۔ میاں بیوی میں جنسی ناہمواری کی وجہ سے دونوں کے درمیان تلخیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور گھر کا سکون برباد ہو جاتا ہے۔ بالخصوص اگر مرد میں جنسی جذبات شدید ہوں۔

معاشرے کے تحفظ کے لئے پہلی بیوی کو شوہر کی دوسری شادی کرنے پر اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔ اس سے بچنے کا واحد حل یہ ہے کہ شادی کے وقت عورت کی عمر مرد کی عمر سے دس بارہ سال کم ہو تا کہ دونوں کی جنسی زندگی ایک ساتھ ختم ہو۔

لونڈیاں

کسی جنگ کے نتیجہ میں غیر مسلم دشمن کی جو عورتیں مسلمانوں کے قبضہ میں آتی ہیں۔ ان کو حکومت کی تحویل میں دیدیا جاتا ہے۔ حکومت چاہے تو ان کا تبادلہ اپنے قیدیوں سے کرے۔ چاہے تو معاوضہ لے کر چھوڑ دے۔ اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کو آزاد کر دے یا پھر ان کو اپنے سپاہ میں تقسیم کر دے۔ جب ایسی عورتیں حکومت کی جانب سے کسی کی تحویل میں دیدی جائیں تو ان کو لونڈی کہا جاتا ہے اور وہ لونڈی اس شخص کی ملکیت بن جاتی ہے۔ کسی جنگی قیدی عورت کا اس طرح کسی کو دیا جانا اس کا اس شخص سے نکاح تصور کیا جاتا ہے۔ اس میں اس بات کا لحاظ نہیں ہوتا کہ وہ کنواری ہے یا شادی شدہ۔

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ج كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ج (النساء ع ۴، آیت ۲۴)	اور وہ عورتیں تم پر حرام ہیں جو کسی دوسرے کے نکاح میں ہوں، البتہ ایسی عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں (جو شادی شدہ ہوں) جو جنگ میں تمہارے ہاتھ آئیں۔

پس جنگ کے نتیجہ میں جو عورتیں حاصل ہوں خواہ مشرکہ ہی کیوں نہ ہوں اور

شوہر والی ہی کیوں نہ ہوں مسلمانوں پر حلال ہیں۔

ایسی لونڈیوں سے مباشرت ایام ماہواری آجانے اور یہ طے ہو جانے پر کہ وہ حاملہ نہیں ہے کی جا سکتی ہے۔ اگر وہ حاملہ ہے تو وضع حمل سے قبل مباشرت زنا تصور ہوگا۔ وہی شخص اس لونڈی سے تمتع حاصل کر سکتا ہے۔ جس کی ملکیت میں وہ دی گئی ہے۔ دوسرا نہیں کر سکتا۔ اس لونڈی سے اولاد باپ کی جائز اولاد تصور ہوگی اور اس کے قانونی حقوق وہی ہوں گے جو نکاحی بیوی کی اولاد کو حاصل ہیں۔

ایسی لونڈی فروخت نہیں کی جا سکتی اور مالک کی وفات پر خود بخود آزاد ہو جاتی ہے۔ مالک کو اختیار ہے کہ لونڈی کو اپنی ملکیت میں رکھتے ہوئے اس کا نکاح کسی اور سے کر دے جس کے بعد مالک اس سے تمتع حاصل نہیں کر سکتا۔ ایسی نکاحی لونڈی کنیز کہلاتی ہے۔

لونڈیوں کی تعداد پر شریعت نے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے جو کہ نکاحی بیویوں کے علاوہ ہوتی ہیں۔ کیونکہ جنگ کے نتیجہ میں لونڈیوں کی تعداد کے بارے میں کوئی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی کہ وہ کتنی ہوں گی۔ اگر ان کو مفتوحہ علاقہ میں ایسے ہی چھوڑ دیا جائے تو وہ معاشرے کے بگاڑ کا سبب بن جائیں گی۔ ان کو ملکیت میں دیدینے سے ایک طرف ان کو سرپرستی حاصل ہو جاتی ہے اور ان کا معاشی مسئلہ حل ہو جاتا ہے تو دوسری طرف ان کی اولاد کو معاشرے میں جائز مقام مل جاتا ہے۔ وہ ایک مسلمان کی لونڈی بن کر مسلمان ہو جاتی ہیں اور ان کی اولاد بھی مسلمان ہوتی ہے۔

ایسے لوگ جو ایک بیوی پر قناعت نہ کر سکتے ہوں اور ان کے لئے یہ ممکن نہ ہو کہ دوسری بیوی کا بوجھ اُٹھا سکیں یا ان میں عدل قائم نہ کر سکیں۔ یا ایسا مجرد شخص جو اتنا غریب ہو کہ بیوی کا بوجھ نہ اُٹھا سکنے کی بنا پہ شادی نہ کر سکتا ہو ان کو مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ کسی ایسی ہی لونڈی سے اس کے مالک کی اجازت سے نکاح کر لیں

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ط ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا

(النساء ع۱، آیت ۳)

لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ ان کے (بیویوں کے) ساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو۔ یا ان عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمہارے قبضہ میں آئی ہیں۔ بے انصافی سے بچنے کے لئے یہ زیادہ قرین صواب ہے "۔

فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ج فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ط ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ط

(النساء ع۴، آیت ۲۵)

پس ان کے (لونڈیوں کے) سرپرستوں کی اجازت سے ان کے ساتھ نکاح کر لو اور معروف طریقہ سے ان کے مہر ادا کرو تاکہ وہ حصار نکاح میں (محصنہ) ہو کر رہیں۔ آزاد شہوت رانی نہ کرتی پھریں اور نہ چوری چھپے آشنائیاں کریں۔ پھر جب وہ حصار نکاح میں محفوظ ہو جائیں اور اس کے بعد کسی بدچلنی کی مرتکب ہوں تو اس کی سزا خاندانی نکاحی بیوی کی سزا کی نصف ہے۔ یہ سہولت تم میں سے ان لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے جن کو شادی نہ کرنے سے بند تقویٰ ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے "۔

لونڈیوں سے نکاح کر لینے کی اجازت ان لوگوں کو دی گئی ہے جو نکاحی بیوی کا بوجھ نہ اٹھا سکیں یا جو اپنی بیویوں سے عدل نہ کر سکیں اور اس لئے کہ یہ لونڈیاں آزاد اور چوری چھپے شہوت رانی پر مجبور ہو جائیں۔ ایسی نکاحی لونڈی یا کنیز سے نکاحی بیوی کے مقابلہ میں عدل ضروری نہیں ہے نہ اس کی معیشت کی ذمہ داری کیونکہ

اس کی معیشت کی ذمہ داری اس کے مالک پر ہوتی ہے۔

ایسی مملوکہ کنیز کے حقوق نکاحی محصنہ بیوی کے حقوق کے برابر نہیں ہوتے۔ بدچلنی پر کنیز کو محصنہ نکاحی بیوی کے مقابلہ میں آدھی سزا یعنی پچاس کوڑے ہے کیونکہ آزاد محصنہ نکاحی بیوی کی حفاظت کے دو حصار ہوتے ہیں :۔

(۱) خاندان (۲) شوہر ۔ جبکہ کنیز کو صرف شوہر کا حصار حاصل ہوتا ہے۔ محصنہ عورت بدچلنی کے لئے دو حصار توڑتی ہے جبکہ کنیز صرف ایک حصار توڑتی ہے۔

تہمت

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی عزت کی حفاظت کے لئے ان پر تہمت لگانے کو ایک تادیبی جرم بنا کر اس پر حد شرعی لگادی ہے؛ ورنہ عورتوں پر تہمت لگا دینا اور ان کو بدنام کر کے ان کو برباد کر دینا ایک عام بات تھی۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ج

(النور ۲۴، آیت ۴)

اور جو لوگ پاکدامن شریف عورتوں پر تہمت لگائیں اور چار گواہ لے کر نہ آئیں تو ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو ،،

کسی شریف عورت کی عصمت پر تہمت لگانا اسلام میں معمولی جرم نہیں ہے۔ عام طور پر کسی واقعہ کی شہادت کے لئے دو گواہ کافی ہوتے ہیں لیکن کسی عورت پر تہمت لگانے کے لئے چار عینی گواہ پیش کرنے ہوں گے اور گواہ پیش نہ کر سکنے کی حالت میں تہمت لگانے والے کو اسی کوڑوں کی سزا دی جائے گی اور اس شخص کو آئندہ کسی بھی عدالت

میں بطور گواہ پیش نہیں کیا جاسکتا وہ عمر بھر کے لئے جھوٹا اور ناقابل اعتبار بن جاتا ہے۔
معاشرے میں کسی بھی عورت پہ بدچلنی کا الزام دھر دینا عام ہے اور طلاق یا خلع حاصل کرنے کے لئے شوہر بیوی پر اور بیوی شوہر پہ نہایت بے باکی سے بدچلنی کا الزام رکھ دیتے ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی افواہوں پہ کان نہیں دھرنے چاہئیں اور کسی طرف سے بلاثبوت افواہوں پہ بدظن نہ ہو جانا چاہیئے۔

لعان

تہمت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ تنہا شوہر بیوی پہ بدچلنی کا الزام لگائے اور اس کے پاس اپنے سوا کوئی گواہ نہ ہو۔ ایسی شکل کو شرع میں لعان کہتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ ○ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ م بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○
(النور ع ۲۴، آیت ع ۶-۹)

اور جو لوگ اپنی بیویوں پہ الزام لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے سوا دوسرا کوئی گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ایک شخص (شوہر) کی شہادت یہ ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو اور عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر شہادت دے کہ یہ شخص جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس بندی پہ اللہ کا غضب ٹوٹے اگر وہ (شوہر) سچا ہو"

لعان کے لئے اس طرح قسمیں عدالت میں قاضی کے سامنے ہونی چاہئیں۔ شوہر کے اس طرح قسمیں کھالینے سے، بیوی پر بدچلنی ثابت ہوجاتی ہے، لیکن اگر بیوی بھی اسی طرح قسمیں کھالے تو وہ بدچلنی کی تہمت سے بچ جائے گی اور سزا سے بری ہوجائے گی۔ ایسی حالت میں قاضی نکاح توڑ دے گا اور دونوں میں جدائی کرا دے گا۔ ایسی جدائی کے بعد عورت فوراً آزاد ہوجائے گی اور اس پر عدت لازم نہ ہوگی۔ اگر عورت حاملہ ہو تو بچہ باپ کی طرف نہیں بلکہ ماں کی طرف منسوب ہوگا۔

ایلا

لِلَّذِیۡنَ یُؤۡلُوۡنَ مِنۡ نِّسَآئِہِمۡ تَرَبُّصُ اَرۡبَعَۃِ اَشۡہُرٍ ۚ فَاِنۡ فَآءُوۡ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝

(البقرہ ع۲، آیت ۲۲۶)

"جو لوگ اپنی عورتوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھا بیٹھے ہوں ان کے لئے چار مہینہ کی مہلت ہے۔ اگر انہوں نے رجوع کر لیا تو اللہ معاف کرنے والا ہے"

جب شوہر نے بیوی کے پاس نہ جانے کا قسمیہ عہد کر لیا ہو کہ وہ اب اس کے پاس بطور شوہر کے نہ جائے گا تو اس کو شرع میں ایلا کہتے ہیں۔ ایلا کی مدت چار ماہ ہے اس دوران میں اگر اس نے رجوع نہ کیا تو بیوی کو طلاق ہوجائے گی جس کے بعد حق رجوع نہ ہوگا۔ البتہ دونوں کا نکاح ثانی ہوسکتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے ہے کہ خواہ شوہر نے قسم کھائی ہو اور کسی بگاڑ یا جھگڑے کی بنا پر علیحدگی اختیار کر لی ہو تو اس کو ایلا ہی کہا جائے گا اور اگر رجوع نہ کیا تو چار ماہ بعد طلاق ہوجائیگی البتہ اگر قطع تعلق سفر یا بیماری یا کسی اور وجہ سے ہو تو چاہے اس کی مدت کتنی ہی ہو وہ ایلا نہیں ہوگا۔

ایلا کی قسم توڑنے پر بعض علماء کے نزدیک کفارہ دینا ہوگا اور بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔

ظہار

عہدِ جہالت میں جب کبھی میاں بیوی میں سخت جھگڑا ہو جاتا تو شوہر سزا دینے کے لئے اس سے کہتا کہ تو میری ماں یا بہن کی مثل ہے۔ اس کو شرع میں ظہار کہتے ہیں۔ ظہار کو عرب میں مغلظہ طلاق سے بھی زیادہ شدید قسم کا قطع سمجھا جاتا تھا جس میں کسی حالت میں رجوع ممکن نہ تھا۔ اور عورت آزاد بھی نہیں ہو جاتی ہے۔ حکم نازل ہوا کہ

اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓیِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا

(المجادلہ ع۵۸، آیت ع۲)

تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں ان کی بیویاں اُن کی مائیں نہیں ہیں۔ مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے۔ یہ لوگ ایک نہایت ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں "

کسی کے اپنی بیوی کو یا کسی دوسری عورت کو ماں یا بہن بنا لینے سے وہ عورت ماں یا بہن نہیں بن جاتیں جس طرح ہندوؤں میں راکھی باندھنے سے ایک عورت ایک غیر مرد کی بہن بن جاتی ہے۔ ماں وہی ہے جس نے اسے جنا ہے اور بہن بھائی وہی ہیں جنہوں نے ایک ہی ماں کے پیٹ میں پیر پھیلائے ہوں یا ایک ہی باپ کے نطفہ سے ہوں۔ اسلام ایسے منہ بولے اور خود ساختہ رشتوں کو تسلیم نہیں کرتا۔ پس کسی کے اپنی بیوی ماں کہہ دینے سے وہ ماں نہیں بن جاتی

بیوی ہی رہتی ہے۔

اسلام نے ظہار کو جرم قرار دیا ہے کیونکہ کسی عورت کو اس سے سخت سزا نہیں دی جاسکتی کہ اسے طلاق دے کر علیحدہ بھی نہ کیا جائے اور ماں کا درجہ دے کر اس سے جنسی تعلق بھی ختم کر دیا جائے۔

ظہار کے بعد رجوع کرنے سے بطور سزا شوہر کو کفارا دینا ہوگا جو کہ ایک غلام آزاد کرنا یا دو مہینے کے مسلسل روزے رکھنا یا ساٹھ مساکین کو دو وقت کھانا کھلانا ہے۔

گواہی میں دو عورتیں ایک مرد کے برابر ہیں

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ

(البقرہ ع۲، آیت ۲۸۲)

اور اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہی کرالو (معاہدہ پر) اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تاکہ ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلادے،،

اس آیت کی رو سے دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر مقرر کی گئی ہے کیونکہ عورتیں عموماً باہر کی دنیا سے الگ تھلگ گھریلو زندگی بسر کرتی ہیں اور اپنے باپ یا شوہر کے زیر اثر ہوتی ہیں اور ان کے احکام بجا لانے کی پابند بھی۔ ان کی آزادانہ رائے بہت کم ہوتی ہے اور اکثر تو ان کی رائے وہی ہوتی ہے جو ان کے سرپرستوں کی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ عورتیں نرم دل ہونے کے سبب حالات کو درگزر کرنے سے واقعات کو بھلا بھی دیتی ہیں۔ اس لئے یہ بتا کر کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے اور صحیح کر دے دو عورتوں کی گواہی کو ایک

مرد کے برابر کر دیا گیا ہے۔

گواہی دیتے وقت دونوں عورتیں ایک ساتھ پیش ہوں گی جدا جدا نہیں چار یا چار سے زائد عورتیں دو مردوں کے برابر نہیں ہوں گی جبکہ گواہ صرف عورتیں ہی عورتیں ہوں۔ دو عورتوں کے ساتھ ایک مرد گواہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ حدود کے معاملہ میں (زنا۔ قتل۔ چوری۔ تہمت) عورتوں کی گواہی قابل قبول نہیں ہے لیکن بعض عورتوں سے متعلق باتوں میں صرف عورتوں کی گواہی یا ایک ہی عورت کی گواہی کافی ہوتی ہے۔ مثلاً ایک دائی کی گواہی جس نے بچہ جنوایا ہو کافی ہے۔ بچہ کو ماں کا بچہ ہونے کے لئے۔

حق رائے دہی گواہی نہیں ہے۔ عورت کسی بھی معاملہ میں رائے دے سکتی ہے۔ اس کے ووٹ اور مرد کے ووٹ میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔

اگر کسی معاملہ میں مرد گواہ ہی نہ ہوں اور عورتیں ہی عورتیں بطور شاہد گواہ ہوں تو ان کی گواہی (CIRCUMSTANCIAL EVIDENCE) شمار ہوگی۔

اسلام میں عورت کی عزت و احترام

"جس شخص نے تین بیٹیوں یا بہنوں کی پرورش کی۔ ان کو اچھا اخلاق سکھایا اور ان سے شفقت کا برتاؤ کیا یہاں تک کہ وہ اس کی مدد کی محتاج نہ رہیں تو اللہ اس کے لئے جنت واجب کر دے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر دو۔ آپ نے فرمایا وہ بھی۔" (حدیث)

"جس نے دو لڑکیوں کو پرورش کیا یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں تو

قیامت کے روز وہ میرے ساتھ اس طرح آئے گا۔ آپ نے اپنی انگلیوں کو جوڑ کر بتایا،، (حدیث)

"جس کے ہاں لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ دفن نہ کرے نہ ذلیل رکھے۔ نہ بیٹے کو اس پہ فوقیت دے تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا" (حدیث)

"جس کے ہاں تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان پر صبر کرے اور اپنی وسعت کے مطابق ان کو اچھے کپڑے پہنائے۔ وہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے بچاؤ کا ذریعہ بنیں گی" (حدیث)

"جن مسلمانوں کے ہاں دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کو اچھی طرح رکھے تو وہ اس کو جنت میں لے جائیں گے،،

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہیں بتاؤں سب سے بڑا صدقہ کیا ہے۔ عرض کیا ضرور بتائیے۔ فرمایا: تیری وہ بیٹی (طلاق پاکر یا بیوہ ہوکر) جو تیری طرف پلٹ آئے اور تیرے سوا اس کے واسطے کوئی کمانے والا نہ ہو" (اس کی خوش دلی سے پرورش سب سے بڑا صدقہ ہے) (حدیث)

"جنت ماں کے قدموں تلے ہے" (حدیث)

"ماں کی خدمت اور عزت اللہ اور رسول کے بعد تیسرے نمبر پہ ہے اور خدمت کے لئے ماں کا درجہ باپ سے تین درجہ افضل ہے"

"اگر کسی شخص کے دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے ساتھ انصاف اور برابری نہ کرتا ہو تو وہ قیامت کے روز اس حالت میں ہوگا کہ اس کا آدھا جسم گرا ہوا ہوگا،، (حدیث)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دُنیا کی چیزوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب عورت اور خوشبو ہے اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے"۔ (حدیث)

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے اور چادر بچھا کر اپنے پاس بٹھاتے"۔

شوہر کے حقوق اور بیوی کی ذمّہ واریاں

"میں کسی کو کسی آدمی کے سجدہ کا اگر حکم دیتا تو پہلے عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ بوجہ اس حق کے جو اللہ تعالیٰ نے مردوں کا ان پر رکھا ہے"۔ (حدیث)

"عورت پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے"۔ (حدیث)

"قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے عورت اپنے پروردگار کا حق ادا نہ کرے گی جب تک اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے گی"۔ (حدیث۔ ابن ماجہ)

"عورت شوہر کے حق میں کسی کی تابعداری نہ کرے"۔ (حدیث)

"اللہ اس عورت کی طرف قیامت کے روز نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھے گا جو اپنے شوہر کی ناشکر گزار ہوگی، حالانکہ عورت کسی وقت بھی شوہر سے بے نیاز نہیں ہو سکتی"۔ (حدیث۔ نسائی)

"تین آدمی ہیں جن کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ ان میں سے ایک وہ

سو رہی ہو "   (حدیث۔ بخاری)

"جو عورت اس حال میں وفات پائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی اور خوش ہو۔۔۔، جنت میں داخل ہوگی"

(حدیث۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔ ترمذی)

"عورت جب پنج وقتہ نماز پڑھے۔ رمضان کے مہینے کے روزے رکھے اور اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی وفادار ہو تو وہ جنّت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔"

(حدیث)

"اچھی عورت کی تعریف یہ ہے کہ شوہر جب اس کو دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے اور جب کسی جائز بات کا حکم دے تو بجا لائے"   (حدیث۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ نسائی)

"عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے"   (حدیث)

"جب کسی عورت کا شوہر کہیں باہر جائے تو وہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے گھر بار کی حفاظت کرے۔" (حدیث)

"جو عورت اپنے شوہر سے اجتناب کر کے اس سے الگ رات گزارے اس پہ ملائکہ لعنت بھیجتے ہیں جب تک وہ رجوع نہ کرے"   (حدیث۔ بخاری)

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ط
(النساء ع ۲، آیت ۳۴)

جو صالح عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور مردوں کے پیچھے اللہ کی حفاظت اور نگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔

۱ : بیوی معروف میں شوہر کی اطاعت کرے منکر میں نہیں۔
۲ : شوہر سے اس کی استطاعت سے زیادہ نان نفقہ طلب نہ کرے اور اپنی حالت پر صابر رہے۔ بیوی کی زیادہ سے زیادہ طلب پر شوہر رشوت اور حرام کمائی لانے لگتے ہیں۔ اگر کسی وقت بھی بیوی کو شبہ ہو جائے کہ شوہر کی کمائی حلال نہیں ہے تو اس کو لینے اور خرچ کرنے سے انکار کر دے خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی نکلے۔
۳ : شوہر سے زبان درازی نہ کرے اس سے نرمی سے گفتگو کرے۔
۴ : شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کی مالی مدد نہ کرے۔
۵ : شوہر کے مال، عزت اور رازوں کی حفاظت کرے۔
۶ : شوہر کی مرضی کے خلاف کسی کو گھر پر نہ بلائے۔
۷ : نامحرموں سے پردہ کرے اور بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلے۔
۸ : گھر کے ماحول کو پرسکون بنائے۔ صاف ستھرا رکھے۔
۹ : اولاد کی پرورش اور تربیت کرے۔

بیوی کے حقوق اور شوہر کی ذمہ داریاں

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ج (النساء ع۴، آیت ع۱۹)	تم (عورتوں کے ساتھ) نیکی کا برتاؤ کرو۔
وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ط (البقرہ ع۲، آیت ع۲۳۷)	تم آپس کے تعلقات (زن وشوہر) میں فیاضی کو بھول نہ جاؤ

"ایمان میں کامل ترین مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو اور تم میں بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لئے بہترین ثابت ہو (حدیث)

"تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لئے بہتر ہو اور میں (رسول اللہ) خود اپنی بیویوں اور بچوں کے لئے بہتر آدمی ہوں جب تمہاری رفیقۂ حیات مرجائے تو اس کے لئے دعا کرو"

"تم جب کھاؤ اس کو بھی کھلاؤ جب پہنو تو اس کو بھی پہناؤ" (حدیث)

تم پر ان کا (تمہاری بیویوں کا) حق یہ ہے کہ تم ان کو کپڑے اور کھانا دیتے رہو اور احسان کرو" (حدیث)

"حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں اور کندھے میں چکی پیسنے اور پانی ڈھو کر لانے سے نشان پڑ گئے تھے۔ جھاڑو دینے اور چولھا جھونکنے سے لباس میلا رہتا تھا اور آنکھیں سُرخ ہو جاتی تھیں ایک مرتبہ کہیں سے کچھ لونڈیاں آئیں تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خدمت کے لئے ایک لونڈی مانگی۔ جواب میں حضور نے فرمایا اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اللہ سے ڈرو۔ اپنے پروردگار کے فرض ادا کرتی رہو اور اپنے گھر والوں (شوہر اور بچے) کا کام کرتی رہو"

(حدیث - بخاری - مسلم - ترمذی)

۱ : شوہر پر بیوی کے رہنے کے لئے مکان، پہننے کے لئے لباس اور کھانا مہیا کرنا لازم ہے۔ جیسا خود کھائے اور پہنے ویسا ہی بیوی کو کھلائے اور پہنائے۔

۲ : بیوی اور افراد خاندان کی جانی اور آبرو کی حفاظت کرے۔

۳ : بیوی بچوں سے محبت اور شفقت سے رہے۔

۴ : بیوی پر احسان کرے اور فیاضی سے کام لے۔

خاندانی منصوبہ بندی

آجکل خاندانی منصوبہ بندی کا دنیا بھر میں لیکن خاص طور سے ایشیائی ممالک میں بہت زور شور ہے۔ حکومتیں اس پر کروڑوں روپیہ خرچ کر رہی ہیں اس کی پشت پر مالتھوز کا یہ نظریہ ہے کہ دنیا میں غذا کی پیداوار محدود ہے اور اگر دنیا کی آبادی اسی شرح سے بڑھتی رہی تو ایک وقت ایسا آجائے گا کہ آدمی کو آدمی کھانے لگے گا۔ لہٰذا جن اقوام میں شرح پیدائش زیادہ ہے ان کو یہ سبق پڑھایا جا رہا ہے کہ جہاں تک ہو سکے بچے پیدا نہ ہونے دو اور اگر وہ پیدا ہو ہی جائیں تو ان کی تعداد تین سے زائد نہ ہو۔

پروپیگنڈا یہ کیا جا رہا ہے کہ زیادہ بچوں کی وجہ سے خاندان کا معیار زندگی پست ہو جاتا ہے؛ لہٰذا معیار زندگی بڑھانے کے لئے بچے یا تو بالکل نہ ہوں اور اگر ہوں تو کم سے کم ہوں تو زندگی خوشگوار اور اعلیٰ معیار کی ہو سکتی ہے۔ "چھوٹا گھرانہ خوشحال گھرانہ" ان کا نعرہ ہے۔

یہ سبق خود ترقی یافتہ سفید اقوام کے لئے نہیں ہے۔ ہٹلر نے جرمنی میں ایسی ماؤں کے واسطے انعامات رکھے تھے جو زیادہ سے زیادہ بچے پیدا کریں۔ روس میں زیادہ بچے پیدا کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ممالک متحدہ امریکہ نے تو اپنی آبادی بڑھ جانے پر جشن منایا تھا۔

مغربی اقوام جو آج ترقی یافتہ ہیں تعداد کے لحاظ سے چھوٹی قومیں ہیں۔ جبکہ مشرقی ترقی پذیر اقوام تعداد کے لحاظ سے دنیا کی بڑی قومیں ہیں۔ چین، بھارت، انڈونیشیا، پاکستان، بنگلہ دیش مصر اور نائیجیریا ترقی یافتہ نہ سہی کل کو ترقی کر کے مغربی ممالک کے ہمسر ہی

نہیں بلکہ تعداد میں ان سے بڑی ہونے کے سبب ان سے زیادہ طاقتور ہو کر ابھر سکتی ہیں ــــ مغربی اقوام کو یہی خطرہ کھائے جارہا ہے اور وہ مشرقی اقوام کو طرح طرح سے دبا رہے ہیں۔ کہیں قوموں کو ٹکڑوں میں بانٹ کر، کہیں سیاسی و اقتصادی دباؤ کے ذریعہ اور ان کو جدید ٹیکنولوجی کے انتقال میں رکاوٹیں کھڑی کر کے، پھر ان کی عددی قوت کو کم کرنے کے لئے خاندانی منصوبہ بندی کا ہتھکنڈا کھڑا کر کے۔

اس صدی کے آخر میں دُنیا کی آبادی کا حساب کچھ اس طرح ہو گا۔ دُنیا کی آبادی پانچ ارب کے قریب ہو گی جس کا نصف سے زائد حصّہ (۵۹٪) ایشیا میں ہو گا جبکہ ۱۷٪ حصّہ ترقی یافتہ یورپ اور شمالی امریکہ میں ہو گا۔ اس کے مقابلہ میں دنیا کی ۸۵٪ توانائی اور ۷۰٪ خوراک ان ترقی یافتہ ممالک کے تصرف میں ہے اور اس کے باوجود وہ اس میں روزانہ اضافہ ہی کرتے چلے جارہے ہیں اور بقیہ ۸۳٪ آبادی سے یہ امّید رکھتے ہیں کہ وہ ۱۵٪ توانائی اور ۳۰٪ غذا پر گذارہ کریں۔ پس وہ زیادہ بچے پیدا کر کے اپنی غربت میں مزید اضافہ نہ کریں بلکہ کم بچے پیدا کر کے اور زیادہ سے زیادہ خام مال پیدا کر کے ترقی یافتہ ممالک کو سستے داموں فروخت کرتے رہیں اور اس کے بدلہ میں اپنی ضروریات کی مصنوعات اور سامان تعیش زیادہ قیمت پر ان سے خریدتے رہیں۔

اسلامی نقطہ نگاہ سے رازق اللہ ہے اور اُس نے ہر جاندار کی غذا کی فراہمی اپنے ذمّہ لے رکھی ہے۔ اسلام میں خاندانی منصوبہ بندی کا مطلب اولاد کی صحیح تعلیم و تربیت اور ان پر دینی اور دنیاوی ترقیوں کے دروازے کھولنے ہیں، کیونکہ اولاد بھی اللہ کی دین ہے جس کو چاہے دے اور جس کو چاہے نہ دے۔ معیشت کی، اولاد کے لئے نئی راہیں نکالنا، زراعت کو ترقی دینا، صنعتیں لگانا دراصل خاندانی منصوبہ بندی ہی کے لئے ہیں۔ یہ مثبت انداز فکر ہے لیکن مغرب نے ہمارے

سامنے اس کا منفی پہلو پیش کیا ہے، کہ اپنے خاندان کی تعداد کم کر کے اپنا معیارِ زندگی بڑھاؤ، حالانکہ مغربی اقوام نے اپنا معیار زندگی اس طریقہ سے نہیں بڑھایا ہے۔

"ایسی عورت سے نکاح کرو جو محبت کرنے والی ہو اور بچے جننے والی ہو، کیونکہ میں تمہاری کثرت سے اور امتوں پر فخر کروں گا۔"

(حدیث۔ ابوداؤد، نسائی)

ہم کو اپنا معیار زندگی بڑھانے کا سبق اس لئے دیا جا رہا ہے تاکہ مغربی اقوام اپنا ساختہ سامان اور سامان تعیش منہ مانگے داموں پر ہمیں فروخت کر کے اپنی دکانیں اور اسلحہ خانے اور سامان حرب بناتے رہیں اور ترقی پذیر ممالک کو دھمکا کر اپنے زیر اثر رکھ سکیں، اقوام متحدہ میں ویٹو استعمال کر کے اپنے مسائل کو طے نہ ہونے دیں جو ان کے مفادات پر اثر انداز ہوتے ہوں۔ اسلام تو ہم کو سادہ زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

اور اس دنیاوی چند روزہ زندگی کو سرائے کی زندگی بتاتا ہے اصلی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ اس دنیا میں تعیش کی زندگی کی خواہش تو وہ رکھے جو سمجھتا ہے کہ سب کچھ یہی دنیاوی زندگی ہے اور اس کے بعد کچھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ :-

وَلَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۚ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل ع۴، آیت ۳۱)	اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشہ سے قتل نہ کرو۔ ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ دراصل ان کا قتل بڑی خطا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے ہر اس جاندار کو جس کو اس نے زمین پر پیدا کیا ہے خود ہی اس کے رزق کا ذمہ بھی لیا ہے۔ یہ انسان کی غلط فہمی ہے کہ وہ خود کو اپنے بیوی

بچوں کا رازق سمجھنے لگتا ہے۔ سمندر کی تہہ میں زمین کے اندر گہرے سوراخوں میں لق و دق صحراؤں میں۔ پہاڑوں کی برفانی چوٹیوں پر۔ قطبین کے منجمد علاقوں میں اور ہوا میں جہاں بھی جو جاندار حیوانات و نباتات پیدا کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وہیں ان کے رزق کا سامان بھی پیدا کر دیا ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ط

(ھود ع ۱۱، آیت ع ۶)

زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو اور اس کے متعلق وہ جانتا نہ ہو کہ کہاں وہ رہتا ہے اور وہ سونپا جاتا ہے،،

جانور انسان کی طرح اپنا رزق اپنے ساتھ اُٹھائے نہیں پھرتے پھر بھی وہ بھوکے نہیں رہتے اللہ تعالیٰ ان کو وہیں رزق دیتا ہے جہاں وہ ہوں اور جب ان کو بھوک لگے۔ پس اس خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو ان کی پیدائش کو نہ روکو کہ وہ کھائیں گے کیا۔

وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ط

(الانعام ع ۶، آیت ع ۱۳۸)

اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لئے ان کے شریکوں (شیاطین) نے اپنی اولاد کے قتل کو خوش نما بنا دیا ہے تا کہ ان کو ہلاکت میں مبتلا کریں ،،

بچوں کا قتل، حمل کا ضائع کرنا، مانع حمل ذرائع کو شیاطین نے مشرکوں کے لئے خوش آئند بنا دیا ہے اور وہ اس خوش فہمی میں مبتلا کر دیئے گئے ہیں کہ ایسا کرنے سے ان کا معیار زندگی بلند ہو جائے گا۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ خود ان کی ہلاکت کی

راہ ہے۔ ایسے لوگوں میں انسانیت کو چھوڑ کر حیوانیت بھی نہیں رہتی۔ حیوان تو اپنے بچوں کو بچانے کے لئے اپنی جان کی بازی بھی لگا دیتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِىْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ط (الممتحنہ ع٦٠، آیت ١٢)

اے نبی جب تیرے پاس مومن عورتیں بیعت کے لئے آئیں تو اس بات کا عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے چوری نہ کریں گی۔ زنا نہ کریں گی اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان کھڑا نہ کریں گی اور کسی امر معروف میں نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عورتوں سے بیعت لینے کا جو طریقہ بتایا ہے اس میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قتل نہ کریں گی جو عورتیں حمل ضائع کرا دیتی ہیں وہ ذرا اس حکم الٰہی پر غور کریں۔

کسی کو قتل کرنا بدترین جرم ہے لیکن خود اپنی اولاد کو قتل کرنا اس سے بھی بڑا جرم ہے۔ پھر اولاد کا قتل وہ بھی ماں کے ہاتھوں بیحد گھناؤنا جرم ہے۔ عورتیں بچوں کو اس وجہ سے مار ڈالتی تھیں کہ غربت کی بنا پر ان کی کفالت نہیں کر سکتی تھیں۔ یا پھر اپنے گناہ کو چھپانے کے لئے حمل گروا دیتی ہیں یا پیدا ہوتے ہی ان کا گلا گھونٹ دیتی ہیں یا پھر اس وجہ سے کہ اولاد لڑکی ہے۔

آجکل عورتیں خاندانی منصوبہ بندی کے تحت ڈاکٹروں کے ذریعہ ڈنکے کی چوٹ پر حمل ساقط کرا لیتی ہیں اور اس فعل کو جرم کے بجائے مستحسن سمجھتی ہیں۔ بعض عورتیں تو محض اس وجہ سے ہی حمل گروا دیتی ہیں تاکہ ان کا حسن خراب نہ ہو جائے۔ ان کا پیٹ بڑھ نہ جائے۔

زناکار عورتیں اپنے جرم کو چھپانے کے لئے نوزائیدہ بچوں کو محلے کے کوڑے کے ڈھیروں پر کتے اور بلیوں کے بھنبھوڑنے کے لئے پھینک دیتی ہیں۔ زنا کی سزا تو صرف سو کوڑے ہے جبکہ قتل کی سزا قتل ہے۔ ایسی عورتیں نہ فقط زانیہ ہیں بلکہ قاتلہ بھی ہیں۔

"اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالنا کہ ان کو کھلانا اور پرورش کرنا پڑے گا۔ شرک کے بعد دوسرا بڑا گناہ ہے"۔ (حدیث)

خاندانی منصوبہ بندی کا ایک دوسرا طریقہ آپریشن کے ذریعہ عورتوں اور مردوں کو بانجھ اور خواجہ سرا بنا دینا ہے تاکہ اولاد پیدا ہی نہ ہو سکے اور بے خطر جنسی لطف اُٹھایا جا سکے۔ آزاد شہوت رانی کے لئے حمل رہ جانے کا خطرہ ہی باقی نہ رہے

ہندوستان کی حکومت لوگوں کو راہ چلتے پکڑ کر زبردستی اختہ کرا دیتی ہے پاکستان میں بھی اس عمل کو کرانے پر لوگوں کو کچھ معاوضہ بطور انعام دیا جاتا ہے اور آپریشن کی کوئی فیس بھی نہیں لی جاتی۔

وَاِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا ۙ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا ۙ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا ؕ یَعِدُهُمْ

اور وہ اس باغی شیطان کو معبود بناتے ہیں جس کو اللہ نے لعنت زدہ کیا ہے۔ جس نے اللہ سے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں سے ایک مقررہ حصہ لے کر رہوں گا۔ میں انہیں بہکاؤں گا۔ انہیں آرزوؤں میں الجھاؤں گا۔ میں انہیں حکم دوں گا کہ وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان (بطور ٹوٹکے کے) پھاڑیں گے میں انہیں حکم دوں گا کہ وہ میرے حکم سے خدائی ساخت میں ردوبدل کریں گے اس شیطان کو جس نے اللہ کے بجائے اپنا

وَيُمَنِّيهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ إِلَّا غُرُوْرًا ○ أُولٰٓئِكَ مَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ○
النساء ع۴، آیت ۱۱۷ تا ۱۲۱

ولی اور سرپرست بنالیا وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔ وہ (شیطان) ان لوگوں سے وعدہ کرتا ہے، امیدیں دلاتا ہے مگر شیطان کے سارے وعدے بجز فریب کے کچھ نہیں۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے جس سے خلاصی کی وہ کوئی صورت نہ پائیں گے"۔

شیطان مردود نے اللہ تعالیٰ کے سامنے دعویٰ کیا تھا کہ وہ نہ فقط اللہ کی مخلوق کو گمراہ کرے گا بلکہ ان کی طبعی ساخت اور شکل وصورت بھی بدلوا دے گا۔ ان کی طبعی فطرت کو بدل کر غیر فطری راہوں پر ڈال دے گا۔ آپریشن کے ذریعہ مرد کو عورت اور عورت کو مرد بنوا دے گا۔ مرد کو خواجہ سرا بنوا دینا۔ عورت کو بانجھ کروا دینا۔ لوطی فعل یہ سب اللہ کی مشیت کو تبدیل کر دینا ہے یہ سب شیطانی کام ہیں اور انسان ان پر عمل شیطان کے حکم پر ہی کر رہا ہے۔

کثیر اولاد سے بچنے کے لئے مرد کو اختہ کرا لینا اور عورت کو بانجھ بنا دینا حرام افعال ہیں۔ اس کا کرنے والا جہنمی ہے جس سے اسے کبھی نجات نہ ملے گی کیونکہ ایسا کرنا اللہ کی بنائی ہوئی ساخت اور فطرت کو تبدیل کرنا ہے اور یہ فعل قوموں کی ہلاکت کا بھی سبب بن سکتا ہے اگر یہ عام ہو جائے۔

"ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ جہاد پر تھے۔ ہمارے ہمراہ عورتیں نہ ہوتی تھیں۔ ہم نے خواہش (جماع) سے مجبور ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم خصی کیوں نہ ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو" (حدیث)

اللہ تعالیٰ نے جائز طریقہ سے جنس سے لطف اندوز ہونے اور اولاد پیدا کرنے کی اجازت دی ہے اور اعضائے جنسی اسی لئے بنائے ہیں۔ اگر کوئی جنس

سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے یا خود کو خصی کرا لیتا ہے تو وہ حلال کو حرام بناتا ہے۔

اے ایمان والو جس کو اللہ نے حلال کر دیا ہے اسے حرام مت ٹھہراؤ ۔»	یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ (اَلْمَائِدَہ ع۵، آیت ع۸۷)

بیگم کی وفاداری اپنے اندھے اور فلک زدہ خاوند کیساتھ

میرزا شاہ حسین نے بابر کے بیٹے کامران میرزا کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کردی۔ جب بابر وفات پاگیا اور ہمایوں کو اس کے بھائیوں عسکری اور کامران میرزا نے سخت تکالیف پہنچائیں۔ ہمایوں جب دوبارہ ہند کا فرماں روا بنا تو اُس نے آخر تنگ آکر نوسو ساٹھ ہجری میں اپنے بھائی کامران میرزا کو اندھا کرا دیا۔ اس کے بعد کامران میرزا سفر حجاز پر روانہ ہونے کے لئے ٹھٹھہ (سندھ) میں اپنے خسر شاہ حسین کے پاس پہنچا۔ اُس نے سفر سے منع کیا لیکن میرزا کامران نے کہا اب میرا یہاں رہنا بیکار و دشوار ہے۔

شاہ حسین کی بیٹی مرزا کی بیوی بھی ساتھ جانے کو تیار ہوگئی۔ باپ نے اور بہت سے دوسرے رشتہ داروں نے بہت سمجھایا کہ اس کے ساتھ کیوں اپنی زندگی برباد کرتی ہو مگر بیگم نہ مانی وہ اپنی ضد پر اڑی رہی اور آخر جہاز پر سوار ہوگئی۔ باپ نے آخری مرتبہ آدمی بھیجے کہ سمجھا بجھا کر لے آئیں۔ وہ نہ آئی تو خود گیا۔ بیگم نے باپ سے کہا جب میرا خاوند میرزا کامران خوشحال تھا اور بادشاہ تھا تب مجھے اس کے حوالے کیا اب وہ خستہ حال، اندھا اور ادبار میں گرفتار ہے یہاں تک کہ کوئی اُس کے ٹوٹے ہوئے دل کو تسلی دینے والا بھی نہیں مجھ کو اپنے خاوند سے جدا کرتے ہو۔ یہ کس قوم کا دستور ہے کس مذہب کی انوکھی تعلیم ہے۔ باپ کا دل پسیج گیا اور بہت کچھ دے کر عزت و افسوس سے رخصت کیا۔

مختصر جائزہ

دورِ جہالت میں عورت مرد کی غلام تھی۔ نہ اس کو ملکیت کا حق تھا نہ وراثت کا۔ اس کو کوئی بنیادی حق حاصل نہ تھا۔ بعض معاشروں میں عورت پالتو جانور کی طرح گھر میں ایک جانور ہوتی تھی اس کی اپنی کوئی رائے یا مرضی نہ ہوتی تھی اس کو شخصی آزادی جیسی کوئی چیز میسر نہ تھی۔

مرد چاہے جتنی بیویاں رکھ سکتا تھا لیکن عورت کو طلاق نہ تھی۔ شوہر کی وفات کے بعد بھی اس کی گلو خلاصی نہ ہوتی تھی اس کو یا تو شوہر کے ساتھ جلا دیا جاتا یا پھر ذلت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جاتا۔ لڑکی کی پیدائش منحوس خیال کی جاتی تھی جس کی پیدائش پر سارے خاندان کے منہ بن جاتے تھے۔

عرب میں تو باپ ہنستی کھیلتی بیٹی کو خود اپنے ہاتھوں زندہ دفن کر دیتا تھا ہندوستان میں اگر کوئی بیوہ ستی سے بچ جاتی تو اس کو منحوس ملازمہ کی سی زندگی گزارنی پڑتی۔

اسلام نے عورت کو مرد کے مساویانہ بنیادی حقوق دیئے، عورت کا وقار اور درجہ بڑھایا۔ اس کو مرد کی غلامی سے نجات دلائی۔ حصول معاش کی اس کو نہ فقط اجازت دی بلکہ اس کو حقوقِ ملکیت اور حقوق وراثت بھی عطا کئے۔ بنیادی حقوق اور شہری حقوق کے علاوہ اس کو قانونی حفاظت بھی دی اور آزادیٔ رائے عطا کی۔ نکاح میں اس کی مرضی کو لازم قرار دیا۔ بیوگی یا طلاق کے بعد

اس کو نکاح ثانی کی اجازت دی تاکہ وہ دوبارہ نئی زندگی شروع کر سکے۔ اس کو خلع کا حق دیا اور باشعور اور ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے اس کو بھی اپنے افعال کے واسطے جواب دہ ٹھہرایا۔ سزا اور جزا میں مرد کے مقابل کیا۔ اور مردوں کو حکم دیا کہ عورتوں پر احسان کریں۔ بیٹیوں کی پرورش کارِ ثواب ٹھہری طلاق اور بیوگی پر مہر اور وہ تمام چیزیں جن کو شوہر اسے دے چکا ہو ناقابل واپسی قرار پائیں۔

عورت کے نان نفقہ کا ذمہ دار مرد کو مقرر کیا اور اس طرح سے عورت کو تمام دنیاوی اور معاشی تگ و دو سے آزاد کر کے گھر بنانے اور اس کو جائے سکون بنانے اور جنت ارضی میں تبدیل کرنے کا کام سپرد کیا تاکہ وہ دل جمعی سے بچوں کی پرورش، تربیت اور نگہداشت کر سکے تاکہ قوم میں ذہین، تندرست، محنت کش، انصاف پسند، راست گو اور با اخلاق اور اللہ سے ڈرنے والے بچے پیدا ہوں اور اس کام کو عورت کی ہمہ وقتی ذمہ داری بنا دی گئی۔

پھر عورت اور گھر کے نابالغ افراد کے لئے مردوں کو ان کا محافظ، سرپرست اور قوام بنا دیا گیا۔ عورتوں کی عصمت کے تحفظ کے لئے ان پر تہمت لگانے کی سخت سزا مقرر کی اور ان کو فحاشی سے بچانے کیلئے شرعی پردہ کا حکم دیا۔ پردہ مسلمان عورتوں کی خصوصی ادا ٹھہری۔

ماں کے پیروں تلے جنت بتا کر عورت کی عزت بڑھائی۔ اور عورت اللہ اور رسول کے بعد بطور ماں سب سے زیادہ قابل تعظیم ٹھہری۔ نیک بیوی کو دنیا کی نعمتوں میں سب سے قیمتی شئے قرار دیا۔ اور حصولِ علم عورتوں پر بھی فرض کیا۔

لیکن برصغیر ہند و پاکستان میں ہندو معاشرے کے زیر اثر ایک ایسا دور آیا جس میں عورت کو مرد کی جاگیر بنا دیا گیا۔ خواتین کو گھروں میں قیدیوں کی طرح بند

کر دیا گیا۔ عقد ثانی گناہ بن گیا۔ بیوہ عورت منحوس بن گئی۔ عورت کو حق وراثت سے محروم کر دیا گیا۔ اس کی رائے ناقص ٹھہری؛ کیونکہ اس کو ناقص العقل بنا دیا گیا۔ اس کے شوہر پر کوئی حقوق نہ رہے، البتہ اس پر ذمہ داریوں کا بار عظیم ڈال دیا گیا۔ جن پر اس کا اف کرنا بھی ناقابل معافی بن گیا۔

اب نئی تعلیم کے زیر اثر اس استیصال کے ردّعمل کے طور پر وہ تمام صحیح اور غلط قیود کو توڑ ڈالنے کی جدوجہد کر رہی ہے اور یورپ کی گمراہیوں کے غاروں کی طرف بڑھ رہی ہے۔

ردّعمل کا صحیح طریقہ یہ نہیں ہے کہ ایک کنوئیں سے نکل کر دوسرے کنوئیں میں گر جائیں بلکہ ان کو چاہئیے کہ اسلام کے مقرر کردہ حقوق اور ذمہ داریوں کو اپنا کر درمیانہ راہ اختیار کریں۔

اسلامی تعلیم کے زیر اثر یورپ، ہندوستان اور چین کی عورتوں نے بھی مردوں کی غلامی سے آزادی کی جدوجہد کی۔ اور جب عیسائی، ہندو اور بدھ اور کنفوشس مذاہب کی کچلی ہوئی عورت آزاد ہوئی تو تمام حدود کو پھلانگ کر مادر پدر آزاد ہو گئی جو اس کی غلامی کی ضد اور دوسری انتہا ہے۔ وہ درمیانہ راہ اختیار نہ کر سکی۔

اب مغربی عورت اپنا دائرکار چھوڑ کر ہر وہ کام کرنا چاہتی ہے جو مرد کرتے ہیں، لباس بھی مردوں جیسا، بال بھی مردوں جیسے وہ عورت کے بجائے مرد بن گئی ہے۔ گھریلو ذمہ داریوں کو چھوڑ کر باہر میدان میں نکل آئی ہے۔ بچے پیدا کرنے سے گھبراتی ہے کیونکہ وہ اس کی آزادی میں مخل ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ بچوں کی پرورش سے گریزاں ہے۔ اپنے بچوں کو دودھ اس لئے نہیں پلاتی کہ اس سے اس کے حسن میں فرق پڑتا ہے۔ بچے ماں کی ممتا کے بھوکے رہ جاتے ہیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کو اسکولوں کے استادوں پر چھوڑتی ہے۔ مرد کو خود طلاق دیتی ہے اور

بار بار نئے مردوں سے شادی کر کے نئے مزے چکھتی ہے۔

عریانی اور فحاشی میں اتنی آگے نکل گئی ہے کہ اب صرف بانہیں اور ٹانگیں ننگی رکھنے پر قانع نہیں بلکہ ننگا ناچ ناچتی ہے، ماڈل گرل بنتی ہے۔ ملکۂ حسن بن کر ننگی تصویر کھنچواتی ہے۔ ننگوں کے کلب کی ممبر بنتی ہے۔ بکنی لباس میں ساحل سمندر پر جسم سینکنے کے بہانے اپنے جسم کی نمائش کرتی ہے۔ فلموں میں غیر مردوں سے عشق کرتی ہے۔ برملا فحش گانے گاتی ہے اور شادی سے پہلے درجنوں بوائے فرینڈس سے جنسی تسکین تجربہ کے طور پر حاصل کرتی ہے۔ چند سکوں کے بدلے اڈورٹائزنگ کے لئے کس کس پوز سے نہیں گزر جاتی۔ تاجر پیشہ لوگ عورت کو پرائیویٹ سیکرٹری، سیلز گرل اور ہوائی میزبان کی شکل میں ان کی جنسی کشش کا فائدہ اُٹھا کر اپنی اپنی تجارت چمکا رہے ہیں اور احمق عورت ہے کہ اس کو اپنی آزادی، ترقی، جدیدیت سمجھ کر اسی سمت بگ ٹٹ دوڑی چلی جارہی ہے اس روپ میں عورت نے خود کو مرد کا اور اس کی خواہشات کا اور زیادہ غلام بنالیا ہے اور مرد سے اپنا استیصال کرا کے خوش ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (النور ع ۲۴، آیت ع ۱۹)	جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب کے مستحق ہوں گے۔

یہ ناچ اور گانے کی محفلیں، یہ ثقافتی شو، یہ ملے جلے کلب، سوشل گیدرنگس، نگار خانے، آرٹ کی نمائشیں اہلِ ایمان کے گروہ میں فحش پھیلانے کے جال ہیں اور وہ لوگ جو ایسی تنظیمیں بناتے ہیں اور وہ جو ان میں حصہ لیتے ہیں دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔

عورت کی فطرت میں یہ داخل ہے اور وہ یہ چاہتی ہے کہ مرد کی نگاہ میں پسندیدہ ہو۔ اس کے واسطے وہ نت نئے فیشن، لباس، سنگھار کے طریقے ناز و ادا اور عشوے ایجاد کرتی ہے وہ ہمیشہ ایسے انداز اختیار کرتی ہے جن کو مرد پسند کریں۔ مرد کی پسند ہی اس کے لئے سب کچھ ہے اور وہ اسی لحاظ سے اپنے آپ کو ڈھال لیتی ہے۔

ایک زمانہ میں عورت کی وفاداری مرد کی نگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ بات تھی۔ یہی وجہ تھی کہ عورت مرد کے ساتھ اس کی چتا پہ عقیدت سے جل مرنے کے لئے شعلوں میں چھلانگ لگاتی رہی ہے۔

ایک زمانہ میں مرد کو ایسی عورتیں پسند تھیں جن کو نہ کسی نے دیکھا ہو نہ چھوا ہو، لہٰذا راجپوت عورتیں گھروں میں بند رہنا اور سات پردوں میں چھپی رہنا گوارا کرتی تھیں۔ ان کو اس بات پر فخر ہوتا تھا کہ چاند تک نے ان کا چہرہ نہیں دیکھا ہے۔

یورپ میں عورت کی پتلی کمر مرد کی نگاہ میں حسن کا معیار تھی اور تیرہ انچ کی کمر مثالی مانی جاتی تھی لیکن بہت کم خوش نصیب عورتیں ایسی ہوتیں جن کی کمر اتنی پتلی ہو، چنانچہ عورتیں اس کے حصول کے لئے اپنی کمر کے گرد سخت پٹیاں اور زنجیریں جکڑ لیا کرتی تھیں اور سالہا سال تک یہ تکلیف برداشت کرتی تھیں۔ پتلی کمر کے مقابلہ میں بھاری بھر کم کولہے پسندیدہ تھے جس کے واسطے ایسا مصنوعی لباس تیار کیا جاتا کہ دھڑ بڑا نظر آئے۔

افریقی قبائل میں بڑے بڑے لٹکتے ہوئے ہونٹ مردوں کو بہت پسند تھے جس کے واسطے عورتیں ہونٹوں کو کھینچ کھینچ کر اور ان میں سوراخ کر کے وزن لٹکا لیا کرتی تھیں۔ یہ مشق سالوں جاری رہتی تب کہیں جا کر مطلوبہ بڑے ہونٹ تیار ہوتے

برما میں عورت کی لمبی صراحی دار گردن مردوں کی نگاہ میں پسندیدہ تھی جس کے واسطے عورتیں اپنی گردنوں میں دھات کے نلکے بطور زیور ڈالے رہتیں تاکہ ان کی گردن لمبی ہو جائے۔

قدیم زمانہ میں غلاموں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں اور گلے اور کانوں میں شناخت کے لئے طوق اور حلقے (بالیاں) پہنائے جاتے تھے۔ بعض بھگوڑے غلاموں کی ناک چھید کر اونٹ کی طرح نکیل بھی ڈال دی جاتی تھی تاکہ وہ بھاگ نہ جائیں۔ عورت نے خود کو مرد کا غلام دکھلانے کے لئے ہاتھوں میں چوڑیاں، پاؤں میں کڑے، گلے میں گلوبند، کانوں میں بالیاں اور ناک میں نتھ پہننی شروع کیں کہ وہ خود کو مرد کا بے دام غلام بن کر ان کی توجہ حاصل کر سکیں۔ آج وہ یہ چیزیں بطور فیشن پہنتی ہیں اور مرد ان ہی غلامی کی نشانیوں کو سونے اور چاندی کے بنا کر بطور اپنی محبت کے پیش کرتا ہے۔ غلامی کی نشانی نتھ شوہر شادی کی رات کو اُتار کر اس کو اس وفاداری کے سلسلے میں آزاد کرتا ہے۔ ایک عورت دوسری عورتوں میں اتنی ہی زیادہ معتبر تصور ہوتی ہے جتنی زیادہ وہ ان سونے چاندی کی غلامی کی نشانیوں میں لدی ہوئی ہو۔

آج کل پاکستان میں مرد موٹی عورتوں کو پسند نہیں کرتے۔ دبلی پتلی عورت زیادہ پسند کی جاتی ہے۔ اس کے واسطے عورتیں عمدہ اور لذیذ غذا سے پرہیز کرتی ہیں۔ کم خوراکی (ڈائیٹنگ) حتیٰ کہ فاقہ کشی تک کرتی ہیں تاکہ وہ دبلی پتلی رہیں۔

لیکن موجودہ دور کے مرد نے اپنی خود غرضی اور سہل انگاری کی بنا پر اپنی کسب معاش کی ذمہ داری کم کرنے کے لئے ایسی عورتوں کو پسند کرنا شروع کر دیا ہے جو معاشی اعتبار سے خود کفیل ہوں۔ ہر کوئی پروفیسر، ڈاکٹر اور اعلیٰ عہدے پر ملازم عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے عورت اس میدان میں بھی کود گئی اور مردوں جیسے پیشے

اختیار کرنے لگی۔ مرد نے جیسا چاہا عورت ویسی ہی بن گئی۔

مرد نے عورت کی غلامی کو اس کی آزادی بنا کر پیش کیا ہے۔ مرد چاہتا ہے کہ ہر شعبہ زندگی میں اس کے سامنے اس کی آنکھوں کی تراوٹ کا سامان بھی رہے۔ اس کی بیوی باہر کی زندگی میں اس کے شانہ بشانہ چلے تاکہ دیکھنے والے اس کے انتخاب کی داد دیں اور اس پر رشک کریں۔ پس عورت نے اپنی نسوانیت اور حیا کو بالائے طاق رکھ کر اس کے واسطے بھی خود کو تیار کر لیا اور بناؤ سنگھار کر کے بازاروں پارکوں اور ملی جلی مجلسوں میں پہنچ گئی تاکہ اس طرح وہ مردوں کی نگاہ انتخاب میں آجائے۔

عورت نے اپنی اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ آزادی کو چھوڑ کر خود ہی مرد کی خواہشات کی غلام بننا قبول کر لیا جس غلامی سے اسلام نے اس کو نکالا تھا اور اپنی اہمیت احترام اور قیمت کو گرا لیا۔ ایسی جدید عورت خود کو آزاد کہتی ہے اور نہیں سمجھتی کہ اس آزادی کے پس پشت وہی مرد کی لاابالی خواہشات کی تکمیل اور غلامی ہے اور مرد کے اشاروں پر ناچنا ہے اور اپنی اہمیت اور شخصیت کو ختم کر دینا ہے۔

پاکستانی عورتوں نے ۱۹۷۵ء کا سال اپنی آزادی (مردوں سے) کا سال منایا ہے۔ اس پر خوشی کے ترانے گائے ہیں اور مردوں کا شکریہ ادا کیا ہے۔ یہ سب کچھ ایک مرد کی صدارت میں کیا گیا۔ دراصل انھوں نے مردوں سے آزادی حاصل کرنے کے نام پر اپنے پٹہ غلامی کو اور کس کر باندھا ہے۔ یہ سب کچھ مردوں کی دیرینہ حسن پرستی اور آنکھیں سینکنے کی خواہش کی تکمیل کی ہے۔ موجودہ دور کی بے پردگی اور غلط آزادی نسواں اس لئے ہے کہ آجکل کا مرد عورتوں کو ایسا ہی دیکھنا چاہتا ہے۔ بال مردوں جیسے، لباس مردوں جیسا۔ بے محابا مرد عورتوں کا اختلاط تاکہ ان کو لڑکیاں لڑکے نظر آئیں اور ان کا ہم جنسی شوق بھی ساتھ ہی ساتھ پورا ہو سکے۔

عورت اس فریب آزادی میں اپنی نسوانیت کھوتی چلی جا رہی ہے۔ بیرونی

سخت محنت سے اس کی صورت کرخت ہوتی جارہی ہے۔ وہ اپنا وقار اور عزت اور حیا کو فروخت کر کے سڑکوں اور بسوں میں دھکے کھارہی ہے۔ گھر کی ملکہ بازاری عورت بن کر رہ گئی ہے جس پر ہر کوئی نگاہ بدانداز ہی ڈالتا ہے۔ عورت مرد کی تھاپ پر ناچ رہی ہے۔ یہ آزادی نہیں بدترین غلامی ہے۔

پاکستانی عورت اپنے پاکیزہ معاشرے کی دھجیاں بکھیر رہی ہے اور اس کی زندگی ایک ایسی ڈگمگاتی ہوئی کشتی کے مانند ہے جو بپھرے ہوئے سمندر کی موجوں میں کسی وقت بھی غرق ہو سکتی ہے اور ایسا وقت آسکتا ہے جب یہ آزادی کا مجسمہ گر کر پاش پاش ہو جائے اور ہمارا معاشرہ اس کے ٹکڑے چننے سے بھی قاصر ہو۔

آزادئ نسواں تو وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے عورتوں کو نوازا ہے۔ اسی میں عورت کی عظمت ہے، اسی میں اس کی عصمت و عفت کی ضمانت ہے۔ اسی میں اس کا معاشی حل ہے اور اسی کے ذریعہ معاشرے کے لئے بہتر افراد کی پیدائش ممکن ہے اور وہی عورتوں کی حقیقی آزادی ہے۔

مغربی آزادی نسواں پر خود مغربی محققین کی آرا بھی اب ملاحظہ کرلیں جن کی نقل میں ہماری عورتیں آگے بڑھ رہی ہیں۔

موجودہ (مغربی) سماج نے سب سے فاش غلطی یہ کی ہے کہ اُس نے تربیت اولاد کے لئے خاندان کے مقابل مدرسوں پر زیادہ اعتماد کیا ہے۔ آج کی ماں اپنے بچے کو نرسری اسکول میں اس غرض سے چھوڑ آتی ہے کہ وہ اپنی معاش کے لئے، آزادانہ شہوت رانی کے لئے، فضول قسم کی آرٹ پرستی کے لئے اور برج کھیلنے یا سینما جانے کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت بچا سکے اور اس طرح ایک طرح کی مشغول بیکاری میں مصروف رہے۔ اس طرح کی زندگی نے خاندان کے نظام کو جس کے زیر اثر رہ کر بچہ بہت کچھ سیکھ سکتا ہے بالکل درہم برہم کر دیا ہے۔ (الکیس کیرل)

نکاحوں کی کمی اور طلاقوں کی زیادتی اور نکاح کے بغیر مستقل عارضی ناجائز تعلقات کی کثرت کے یہ معنی ہیں کہ ہم حیوانیت کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ بچے پیدا کرنے کی فطری خواہش مٹ رہی ہے۔ پیدا شدہ بچوں سے غفلت برتی جا رہی ہے اور اس امر کا احساس رخصت ہو رہا ہے کہ جائز جنسی تعلقات اور بچوں کی پرورش اور ان کی صحیح تربیت، خاندان، گھر، حکومت کی بقا اور تہذیب کے لئے ضروری ہے۔ اس کے برعکس اپنی تہذیب اور حکومت کے انجام سے ایک بے دردانہ، بے اعتنائی پیدا ہو رہی ہے۔ (رپورٹ فری پریس)

ہماری تہذیب کی دیواریں منہدم ہونے کو ہیں۔ اس کی بنیادیں کمزور ہو گئی ہیں۔ اس کے شہتیر مل رہے ہیں نہ معلوم یہ ساری عمارت کب، پیوند خاک ہو جائے۔ ہم گذشتہ کئی سال سے دیکھ رہے ہیں کہ لوگ نظم و ضبط کی پابندیوں کو اختیار کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔ ہماری تہذیب کی بقا کی صرف ایک ہی صورت باقی ہے۔ مردوں اور عورتوں کے آزادانہ میل جول پر پابندی عاید کر دی جائے (مسز مڈسن)

مرد ناموری کے خواب دیکھتا ہے تو عورت محبت کے، مرد کا کام میدان میں نکلنا ہے اور عورت کا کام گھر کو سنبھالنا۔ مرد کے ہاتھ میں تلوار اچھی لگتی ہے اور عورت کے ہاتھ میں کروشیا۔ (ملٹن)

اے پاک وطن کی بیٹی سوچ اور غور کر مغرب کی اندھی تقلید میں تو جس طرف جا رہی ہے کیا وہ دراصل تیری آزادی ہے۔ یہ ذلت اور تباہی کا ایک ایسا کنواں ہے جس میں گر کر تو کبھی باہر نہ آسکے گی۔ افراط و تفریط میں نہ پڑ، میانہ روی اختیار کر۔ اللہ کے بتائے ہوئے سیدھے اور سچے راستہ پر چل۔ اسی میں تیری عزت ہے۔ اسی میں تیری قوم کی بقا ہے اور یہی سچی آزادی ہے۔ اللہ کے بنائے ہوئے قانون اٹل ہیں۔ ان سے ٹکرانا تباہی کو دعوت دینا ہے۔ اللہ کے قانون سے ٹکرا کر

نہ اِس دنیا کی رہے گی نہ اُس دنیا کی۔

مغربی عورت ان تجربات سے گزر کر اس نتیجہ پر پہنچ چکی ہے کہ ازدواجی زندگی میں سنجیدگی پیدا کرے۔ گھر اور اولاد کو سنبھالے اور شادی کو کامیاب بنائے ازدواجی تعلقات کے نشیب فراز اور ایک دوسرے کے حقوق کو قبول کرنا بیحد ضروری ہے اور اسی میں معاشرے، حکومت اور تہذیب کی بقا ہے۔

یاد رکھئے!

بیوی ایک غیر عورت ہوتی ہے۔ ایک گھرانے سے منتقل ہو کر دوسرے گھرانے میں آتی ہے۔ اُس کی طبیعت، عادت، خصلت، فطرت سب علیحدہ اور جُداگانہ ہوتی ہے۔ وہ بلبل کی طرح ہوتی ہے جسے پیار کی خوشبو سے مطیع اور فرمانبردار بنایا جاتا ہے۔

عورت ایک لطیف ہستی ہے اس کو مطیع اور اپنا ہم خیال بنانے کے لئے غصّہ، مارپیٹ کی ضرورت نہیں بلکہ حُسنِ سلوک سے مطیع کیا جاتا ہے اور اس طرح زندگی آرام سے بسر ہوتی ہے۔

؎ شعارِ نرم سے آسان ہے تسخیر دنیا بھی
کہ آخر نرم آنچوں سے پگھل جاتا ہے لوہا بھی
بنا لو دوست دشمن کو اگر نرمی سے پیش آؤ
یہ وہ جادو ہے جس سے موم ہوگا سنگِ خارا بھی

لمحۂ فکر

مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا ایمان ہے کہ اللہ ہی ہمارا خالق اور مالک ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی زندگیاں اسی کی مرضی کے مطابق گزاریں اور ان باتوں سے پرہیز کریں جن کے لئے ہمیں منع کیا گیا ہے۔

ہر شخص کو روزِ آخر اپنے افعال کا حساب دینا ہوگا، لیکن یہ جانتے ہوئے بھی ہم اللہ کے احکامات کی مسلسل نافرمانی کر رہے ہیں۔ اگر یہ نافرمانی ناواقفیت اور شخصی کردار کی کمزوری کے سبب واقع ہوتی ہے تو توبہ سے اس کے معاف کئے جانے کی توقع رہتی ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین اور غفور رحیم ہے لیکن اگر یہ نافرمانی دیدہ و دانستہ کی جاتی ہے تو اللہ سے بغاوت بن جاتی ہے۔ جو کہ کفر ہے۔

"کسی مرد مومن اور مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ میں فیصلہ کر دے تو پھر اسے اس معاملہ میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار باقی رہے" (الاحزاب)

پس لوگو! "پورے کے پورے اسلام میں آؤ!" (البقرہ)

اور جو حقوق و فرائض اور ذمہ داریاں تم کو عطا ہوئی ہیں ان سب کو پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو یہ حق نہیں دیا ہے کہ اس کی باتوں میں سے کچھ باتوں کو تو پسند کرے اور ان پر عمل کرے اور کچھ باتوں کو مشکل یا ناممکن العمل اور غیر ضروری

اور فروعی سمجھ کر چھوڑ دے۔

"ایسے لوگ ذلیل وخوار ہوں گے اور آخرت میں شدید عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں گے۔" (البقرہ)

پس "اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑو" (البقرہ)

کیونکہ جس کی رہبری اللہ کے علاوہ اور کوئی کرے وہ گمراہ ہے۔

جو لوگ ایمان لاکر اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں تو اس میں خود ان ہی کا بھلا ہے۔

"اور جو ایمان لایا اور اللہ کی بتائی ہوئی باتوں پر نہ چلا تو وہ ہرگز اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا" (البقرہ)

اور اپنا ہی نقصان کرے گا "ذلت ان پر مسلط ہوگی اور کوئی اللہ سے ان کو بچانے والا نہ ہوگا۔" (یونس) "اور اللہ ایسے لوگوں کو جو اس سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکنے کے لئے چھوٹ دے دیتا ہے" (یونس) پس گمراہ لوگوں کی چلت پھرت دیکھ کر مغالطہ میں نہ پڑو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ "جو تم میں سے ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان کو وہ زمین کا وارث بنا دے گا جس طرح اس نے ان سے پہلی قوموں کے نیکو کاروں کو اس کا وارث بنا دیا تھا۔" (الشعراء) اور پھر اس نے اپنی رحمت سے اپنے صالح بندوں کو حکومت عطا کی "یاد کرو وہ وقت جبکہ تم تھوڑے تھے (مثال کے طور پر ہندوستان میں) زمین میں تم کو بے زور سمجھا جاتا تھا تم ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں مٹا نہ دیں۔ پھر اللہ نے تم کو جائے پناہ دی (مثال کے طور پر پاکستان) اور اپنی مدد سے تمہارے ہاتھ مضبوط کئے اور تمہیں اچھا رزق دیا شاید کہ تم شکرگزار بنو۔" (انفال) لیکن تم نے اس کا شکر ادا نہ کیا اور خود سر ہو گئے اور اللہ سے کٹے

ہوئے اس قوی وعدے کو بھول گئے کہ اس خطۂ ارض میں تم اپنی زندگیاں اسلامی رنگ میں ڈھالو گے اور دشمنانِ اسلام کے بنائے ہوئے طریقوں کو استعمال کرتے چلے گئے۔ لوگو! اللہ کے عذاب سے ڈرو تم پاکستانی دنیا کی سب سے بڑی مسلمانوں کی قوم تھے اب نصف سے بھی کم رہ گئے ہو۔ اب بھی سنبھل جاؤ، ورنہ اللہ کی ذات سے کچھ بعید نہیں کہ تم کو مزید ٹکڑوں میں تقسیم کر کے ذلت اور غلامی کی زندگی میں مبتلا کر دے پس "اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور حکم سننے کے بعد اس سے سرتابی نہ کرو۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے کہا ہم نے سُنا حالانکہ وہ سُنتے نہیں" (انفال)

"تم پر جو بھی مصیبت آتی ہے تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آتی ہے" (الشوریٰ)

یہ سوچنے لگنا کہ صرف ایک میرے بدل جانے سے معاشرے پر کیا اثر پڑ سکتا ہے یا یہ سوچنے لگنا کہ میں تنہا معاشرے کے خلاف نبرد آزما ہو کر خود ہی پاش پاش ہو جاؤں گا اور پھر اس عذر تراشی کے بعد اپنی غلط روی پہ قائم رہنا عذر لنگ اور اللہ کی مدد اور بھروسہ پر عدم اعتماد ہے۔

معاشرے میں تبدیلیاں افراد کی تبدیلی ہی سے رفتہ رفتہ آتی ہیں جس کی ابتدا کوئی ایک شخص ہی کرتا ہے۔ اگر افراد خود کو تبدیل کرنے کو تیار نہ ہوں تو معاشرے میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جا سکتی "اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہیں بدل دیتی" (انفال)

جدید مغربی لادینی پروپیگنڈے اور اس کی قیامت خیزی نے اچھے اچھوں کے اذہان کو مسحور کر کے رکھ دیا ہے۔ اس سحر سامری کو توڑنے کے لئے عصائے موسوی درکار ہے۔ لوگوں کی پھبتیاں ضرور سننا پڑیں گی لیکن اگر یہ سب کچھ

برداشت کر لیا تو کامیابی ضروری ہوگی۔ ہماری بہو بیٹیاں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ حقوق پر باوجود رکاوٹوں کے ضرور عمل پیرا ہوں گی۔ اگر ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیا جائے تو وہ ضرور فحاشی اور بے پردگی سے گریز کریں گی۔ شادی بیاہ کی نیک تقاریب کو دنیاوی نمود و نمائش کا ذریعہ نہ بنائیں گی اور نیک اور صالح اولاد پیدا کرنے کی کوشش کریں گی وہ ضرور اسلام اور اپنے بزرگوں کی لاج قائم رکھیں گی۔ اپنی اپنی جگہ پر بے خوف ہو کر صحیح راستہ اختیار کریں گی۔ اللہ کے خوف سے نہ کہ حکومت اور قانون کے خوف سے۔

وما علینا الا البلاغ

عورت اور پردہ

پردۂ برگِ گُلِ تر میں ہے نکہت پنہاں
دلِ انساں میں ہے جذبِ محبت پنہاں

ظلمتِ بحر میں گوہرِ رنگیں مستور
پردۂ قبر میں چشمۂ شیریں پنہاں

حسنِ فطرت ہے گلستاں کی بہاروں میں نہاں
نغمۂ روح فزا ساز کے تاروں میں نہاں

لعل پنہاں ہے اگر کان کے گنجینے میں
برق رخشاں ہے نہاں ابر کے آئینے میں

جب ہر اک طرفہ لطافت ہے نہاں پردے میں
پھر بُرا کیا ہے جو عورت ہے نہاں پردے میں

تفہیم البخاری

شرح

صحیح البخاری

تالیف

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی

گیارہ حصوں میں مکمل طبع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اسے قبول کرے اور مؤلف کو اجر عظیم عطا فرمائے!
آمین!

ناشر: تفہیم البخاری
صاحبزادہ محمد حبیب الرحمٰن رضوی جامعہ سراجیہ رسولیہ رضویہ اعظم آباد فیصل آباد

شیخ الحدیث علّامہ غلام رسول رضوی کی تالیفات کتب

○ تفہیم البخاری مکمل گیارہ جلدوں میں ○ شرح مسلم الثبوت ۔ اصول فقہ

○ حبیب اعظم ۔ فی مدح سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم

○ تفسیر رضوی ○ سوانح غوث الاعظم (زیر طبع)

○ تنویر الازہار ترجمہ نور الابصار مکمل دو جلدوں میں

تفہیم البخاری پبلی کیشنز جامعہ سراجیہ رسولیہ فرٹ والا روڈ اعظم آباد فیصل آباد

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی
کی
تالیفات کتب

تفہیم البخاری	مکمل گیارہ جلدوں میں
شرح مسلم الثبوت	اصول فقہ
حبیبِ اعظم	فی مدح سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
تفسیرِ رضوی	مکمل آٹھ جلدوں میں
سوانح غوث الاعظم	(زیرِ طبع)
تنویر الازہار ترجمہ نور الابصار	مکمل دو جلدوں میں

تفہیم البخاری پبلیکیشنز
جامعہ سراجیہ رسولیہ
اعظم آباد فیصل آباد